

مثالی معاشرہ  
نہج البلاغہ کی روشنی میں

مصنف:

(بی، اے، کوثری)

یہ کتاب برقی شکل میں نشر ہوئی ہے اور شبکہ الاماین الحسینین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

کتاب: مثالی معاشرہ نہج البلاغہ کی روشنی میں  
مصنف: (بی، اے، کوثری)

مقدمہ

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ انسان آغاز خلقت سے ہی تنہائی سے گریز کرتے ہوئے اجتماعی زندگی اور اپنے آس پاس میں زندگی بسر کرنے والوں سے مختلف نوعیت کے رابطے اور میل و ملاپ بڑھانے کی سعی و تلاش میں رہا ہے۔ یہ نہ فقط اسکی طبیعت کی خاصیت تھی بلکہ اسکی فطرت کا بھی تقاضا تھا اسلامی نقطہ نظر سے بھی اگر دیکھا جائے تو کائنات کی ہر چیز جوڑے کی صورت میں خلق ہوئی ہے اسی فطری اور طبیعی غریزے کو پورا کرنے اور دوسرے موجودات کی نسبت عقل کے نایاب گوہر سے بہر مند ہونے کی وجہ سے اپنی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی تگ و دو میں رہا آہستہ آہستہ تاریخ انسانیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ نہ فقط ایک معاشرے سے وابستہ افراد کے درمیان آپسی رابطے بڑھنے لگے بلکہ معاشروں کے درمیان ایک دوسرے سے رابطے بھی عمیق اور گہرے ہونے لگے خاص کر عصر حاضر میں علم و صنعت اور ٹکنولوجی کی روز افزوں ترقی کی بنا پر یہ رابطے اتنے وسیع ہونے لگے کہ عصر حاضر کو عصر ارتباط (Communication World) کے خطاب سے بھی نوازا گیا اس سے بڑھ کر ان گہرے روابط کی وجہ سے پورا عالم ایک معاشرے میں تبدیل ہو کے رہ گیا جس کی بنا پر عالم کاری وغیرہ جیسے نظریات بھی وجود میں آئے

لیکن اس تگ و دو میں مشرق اور مغرب سارے معاشروں کی یہی کوشش رہی ہے

کہ اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ہر زاویے سے لائق اور بہتر سے بہتر معاشرہ کی شکل میں پیش کرے یہاں تک کہ مغرب والے دوسروں سے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس بات کے دعوے دار بھی بن بیٹھے کہ سب سے بہترین معاشرہ انکے یہاں ہی پایا جاتا ہے

لہذا اگر دنیا میں دوسرے معاشروں کے لئے کوئی نمونہ عمل ہو سکتا ہے تو وہ ہمارا معاشرہ ہے۔ یہ بھی انسان کی فطرت کے رازوں میں سے ایک راز ہے کہ انسان یا تو دوسروں کے لئے اپنے آپ کو نمونہ عمل پیش کرنے پر فخر کرتا ہے یا پھر کافی توانائی نہ ہونے کی صورت میں دوسروں کے نقش قدم پر چل کے اپنے اندر پائے جانے والے ضعف اور کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے لوگوں کی طرح معاشرے اور سوسائٹی کا بھی یہی حال ہے اسی لئے انسان کے اس دیرینہ آرزو اور خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے طویل مدت سے انسانیت کے دوست اور دشمن دونوں ایک مثالی معاشرے یا ماڈل سوسائٹی کا خاکہ پیش کرتے رہے وہ پتھر کے زمانے کا انسان ہو یا قدیم یونان کے حکیم ہوں عصر جاہلیت کے سردار ہوں یا تاریخ اسلام کے

نامور حکیم اور فلاسفر، ہر ایک نے اپنی علمی اور فکری سطح کے اعتبار سے مثالی معاشرے کی سنگ بنیاد ڈالنے کی نظریاتی جدوجہد کی ہے

لیکن چنانچہ عقل بشری کتنا ہی علمی اور فکری آسمانوں کی معراج کرتی رہے، ابھی تک کائنات اور انسان کے بہت سارے اسرار و رموز سے ناواقف ہے اور جب تک انسان اپنی فکر جولان گاہ کو وحی الہی کے چشمہ فیضان سے سیراب نہ کرے انسانیت کے عروج اور سر بلندی کے لئے ایک مثالی معاشرے کی تشکیل بھی ادھوری رہے گی آج اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وحی الہی کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے والے کائنات کی بے مثال ہستی کے انمول بیانات کی روشنی میں ایک ایسے مثالی معاشرے کی سنگ بنیاد ڈالتے ہیں جن کے مبارک اقوال کو "دون کلام خالق اور فوق کلام بشر" کہا گیا ہے

جی ہاں یہ مولائے کونین علی (ع) کا مبارک کلام ہے یہ انسانیت کے لئے نبج البلاغہ جیسی نایاب اقوال پر امام (ع) کا ایک عظیم تحفہ ہے جس میں مثالی معاشرے کے خدو خال بیان کرنے میں ہم اپنی کم علمی اور ہزاروں عیب کو مد نظر رکھتے ہوئے فقط ایک اجمالی سیر کریں گے اور ہماری کوشش یہی رہے گی امام علی کے ہاتھوں تشکیل پانے والے مثالی معاشرے کے تمام جوانب کی طرف اشارہ کیا جائے

نبج البلاغہ کی نورانیت میں جو معاشرہ چاند، ستاروں کی طرح چمکتا نظر آ رہا ہے وہ انسان کے ہر اخلاقی، ثقافتی، معاشرتی، سیاسی، معیشتی، اور کئی دوسری خصوصیات اپنے تمام جوانب کے ساتھ بیان کر رہا ہے

یہ مثالی معاشرہ منفرد ہے یہ انسانوں کا معاشرہ ہے اسے مثالی انسانی معاشرہ کہا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا نبج البلاغہ کی روشنی میں ایک ایسے مثالی معاشرے کو تلاش کرنا خود ہی بہت اہمیت کا حامل ہے آج کے دور میں تڑپتی اور سسکتی ہوئی انسانیت جہاں انسانما افراد کے ہاتھوں لہو لہاں ہے، وہیں انسانیت کے دو ستاروں کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ معاشرے کو ہر انداز سے بہتر بنا کے انسانیت اور اسکے اقدار کو ہمیشہ کے لئے زندہ اور جاوید رکھا جائے

میں پھر سے اپنی علمی کا اعتراف کرتا ہوں اور ساتھ ہی اس بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ میری کوشش یہی رہی ہے کہ دوسری کتابوں سے کم سے کم استفادہ کر کے نبج البلاغہ پر ہی زیادہ توجہ کروں اسی لئے پروردگار عالم کے بعد اپنے مولائے کائنات کے چوکھٹ پہ سر خم کر کے آپ ہی سے مدد کا طلبار ہوں کہ میری فکری توانائیوں میں اپنے مبارک کلام کو صحیح ادراک کرنے کی صلاحیت عطا کرے اور قلم کی روانی میں مثالی معاشرے کی انمول خصوصیات بیان کرنے کی سکت عنایت فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

## مثالی معاشرے کی ضرورت و اہمیت:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر خلقت کے مقاصد اور انسانی کی اجتماعی زندگی کے ناقابل انکار پہلو کو ملحوظ نظر رکھا جائے، ایک مثالی معاشرے کی ضرورت خود بخود عیان ہو جاتی ہے مکتب نبج البلاغہ میں نہ صرف ایک انسانی معاشرے کی ضرورت پر ہی زور دیا گیا ہے بلکہ ایک صالح اور مثالی معاشرے کے تشکیل پر بھی کافی تاکید کی گئی ہے امام علی (ع) انفرادی زندگی اور رہبانیت سے پرہیز کرنے کی تلقین کرتے ہوئے معاشرے میں یکجا اور آپس میں ملکر رہنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

(وَالزُّمُو السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ! فَإِنَّ الشَّادَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ، كَمَا أَنَّ الشَّادَّةَ مِنَ الْعَنَمِ لِلذِّئْبِ) ”ہمیشہ مسلمانوں کی جمع غفیر سے پیوستہ رہو یقیناً خدا کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور تفرقہ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اکیلا آدمی شیطان کا نوالا ہوتا ہے جس طرح اکیلا بھیر، بھیرنے کا شکار ہو جاتا ہے“

آپ کی نظر میں ایسے مراکز اور معاشرے میں زندگی گزارنی چاہیے جہاں مسلمانوں کا کافی مجمع ہو اور توجید پرست افراد سکونت پذیر ہوں اور ایسی سوسائٹی سے دوری اختیار کرنی چاہیے جہاں ظلم و ستم اور خدا کی ذکر و عبادت سے غفلت کی جاتی ہو۔

(وَاسْكُنِ الْأَمْصَارَ الْعِظَامَ فَإِنَّهَا جَمَاعُ الْمُسْلِمِينَ وَاحْذَرِ مَنَازِلَ الْعُقَلَّةِ وَالْجَفَاءِ وَقَلَّةَ الْأَعْوَانِ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ) ”ایسے بڑے بڑے شہروں میں سکونت اختیار کرو جہاں مسلمانوں کی کافی بڑی تعداد پائی جاتی ہو اور ایسے معاشروں میں سکونت اختیار کرنے سے پرہیز کرو جہاں یاد خدا سے غفلت، ظلم کا ساتھ اور خدا کی قلیل عبادت کی جاتی ہو“

اسی طرح ایسے معاشرے میں پروان چڑھنے والے افراد کے نیک صفات بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ اجتماعی روابط برقرار کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔

(ثُمَّ الصَّفَى بَدْوِي الْمُرُوءَاتِ وَالْأَحْسَابِ، وَأَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ، وَالسَّوَابِقِ الْحُسْنَةِ، ثُمَّ أَهْلِ النَّجْدَةِ وَالشَّجَاعَةِ، وَالسَّحَاءِ وَالسَّمَاخَةِ، فَإِنَّهُمْ جَمَاعُ مِنَ الْكِرَمِ، وَشَعْبٌ مِنَ الْعُرْفِ) ”پھر اسکے بعد اپنا رابطہ بلند خاندان، نیک گھرانے، عمدہ روایات والے اور حاصبان ہمت و شجاعت و سخاوت و کرم سے مضبوط رکھو کہ یہ لوگ کرم کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہیں“

پس ایسے نیک صفات آدمی جس معاشرے میں بھی پائے جاتے ہوں وہ معاشرہ بیشک انمول ہوگا امام فقط ایسے معاشرے کی تشکیل پر تاکید کرتے ہیں ایسے انسانی اقدار زندہ رکھنے والوں سے معاشرت کرنے کی تلاش میں ہیں پس ان فرمایشات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کو اپنے اعلیٰ مقاصد اور انسانی کمالات تک پہنچنے کے لئے ایک مثالی معاشرے کی ضرورت ہے۔

## مثالی معاشرے کے بنیادی ارکان۔

ایک چھوٹے سے چھوٹے اجتماع اور جماعت سے لیکر ایک معاشرے اور سوسائٹی تک کی بنیاد کے کچھ اصول، بنی اور ارکان ہوتے ہیں اور انہی اصول اور ارکان کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اس معاشرے کے دوسرے سارے امور انجام پاتے ہیں مکتب نہج البلاغہ میں تشکیل پائے جانے والا مثالی معاشرہ بھی کچھ اہم اصول اور ارکان کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے امام علی (ص) نے ہر جگہ ان ارکان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے انسان کو اپنے مثالی معاشرے کی حقیقت سے آشنا کرایا ہے مقالہ کی طوالت سے پرہیز کرتے ہوئے یہاں صرف سب اہم اور بنیادی ارکان کی جانب اشارہ کریں گے۔

### توحید:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی سماج میں رائج سکولر اور لیبرل نظام کی بنیاد غیر دینی ہے اور مغربی دانشور اپنے ماڈل سماج کے بنیادی رکن کو انسان محوری (h u m e m i s m) قرار دیتے ہیں لیکن مکتب نہج البلاغہ کے مثالی معاشرے کے اندر توحید مرکزی کردار ادا کرتی ہے یہ مختلف شکلوں میں رائج انسان پرستی اور بت پرستی سے دور توحید پرستی کا معاشرہ ہے توحید دوسرے سارے اصول اور ارکان کے لئے سرچشمہ کی حیثیت رکھتی ہے اگر توحید نہ ہو تو دوسرے سارے ارکان اور خصوصیات بے معنی ہو جاتے ہیں یہاں ہر چیز پر انسان کی نہیں بلکہ خدا کی نظارت ہے ”لا حکم الا للہ“ جلوه نما ہے ہر فعل و عمل میں توحید کا نظارہ کیا جاتا ہے ”ارایت شینا و رایت اللہ قبلہ و معہ و فیہ“ ”اسی لئے ایسے معاشرے میں پرورش پانے والی نسل سے خطاب ہوتے ہیں:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِعَيْنَيْهِ، وَ نَوَاصِيكُمْ بِيَدِهِ، وَ تَقَلُّبُكُمْ فِي قَبْضَتَيْهِ، إِنَّ أَسْرَرْتُمْ عِلْمَهُ، وَ إِنْ أَعْلَنْتُمْ كَتَبَهُ ﴾ ”اس اللہ سے ڈرو کہ تم جس کی نظروں کے سامنے ہو اور جس کے ہاتھ میں تمہاری پیشانیوں کے بال اور جس کے قبضہ قدرت میں تمہارا اٹھنا بیٹھنا اور چلنا پھرنا ہے اگر تم کوئی بات مخفی رکھو گے تو وہ اس کو جان لے گا اور ظاہر کرو گے تو اسے لکھ لے گا“

نقطہ ادوار عالم لا الہ

انتہای کار عالم لا الہ

چرخ را از زور او گردنگی

مہر را پابندگی رخسندگی

جس طرح قرآن مجید توحید کے محور پر مومنین اور مسلمین کو ایک مثالی معاشرہ تشکیل دے کے عدالت الہی قائم کرنے پر زور دیتا ہے بالکل ویسے ہی نبج البلاغہ بھی ایک خدا، ایک معبود، ایک خالق کی جانب دعوت دے کے، حقیقت میں سارے معبود کی نفی اور مثالی معاشرے میں حائل سارے موانع کو دور کرنا چاہتا ہے۔

قرآن کریم کی نگاہ میں بعثت انبیاء کا فلسفہ خدا اور توحید کی بنیاد پر لوگوں کو دعوت دینا اور قوموں کے درمیان تفرقہ اور جدائی ڈالنے والے زمانے کے سامراجی اور استعماری طاقتوں، سے مقابلہ کرنا مقصود ہے۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (نحل ۳۶) ”اور بیشک ہم نے ہر امت کے لئے ایک رسول بھیجا تاکہ خدا کی عبادت کریں اور طاغوت سے دوری اختیار کریں“

نیز امام علی (ص) نبج البلاغہ میں اسی فلسفہ اور حکمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَبَعَثَ اللَّهُ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ إِلَى عِبَادَتِهِ، وَمِنْ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ إِلَى طَاعَتِهِ، بِقُرْآنٍ قَدْ بَيَّنَّهُ وَأَحْكَمَهُ، لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ إِذْ جَاهِلُوهُ” پروردگار عالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ آپ لوگوں کو بت پرستی سے نکال کر عبادت الہی کی منزل کی طرف لے آئیں اور شیطان کی اطاعت سے نکال کر رحمان کی اطاعت کرائیں اس قرآن کے ذریعہ سے جسے واضح اور محکم قرار دیا ہے تاکہ بندے خدا کو نہیں پہچانتے ہیں تو پہچان لیں“

آپ اہل رائے کی مذمت کرتے ہوئے انہیں مشترکہ عقیدہ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے مثالی معاشرے کے اس اہم رکن اور بنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”سب کا خدا ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے“ یعنی جب معاشرے پر توحید پرستی حاکم ہو تو اختلاف معنی ہی نہیں رکھتا۔

ایک اور جگہ لشکر شام کے بنیادی عقاید کی جانب اشارہ کرتے ہوئے انہیں توحید کے بنی پر اتحاد اور یکجہتی استوار کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ عقیدہ توحید کی بنا پر ہی مثالی معاشرے میں سالمیت پیدا ہو سکتی ہے۔

یہ فرمایشات اسی بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ عملی اور نظریاتی میدان امام علی (ص) کے مثالی معاشرے کا سب سے بنیادی رکن توحید ہی ہے یہ معاشرہ توحید پرستوں کا معاشرہ ہے نہ کہ انسان پرستوں کا۔

نہاد زندگی میں ابتدا، انتہا لا

پیام موت ہے جب لاہوا الا سے بیگانہ



## قرآن:

اس بات سے قطعی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک صالح اور نیک معاشرے کی سعادت اور ترقی کے لئے ایک صالح قانون کا ہونا بھی ضروری ہے نہج البلاغہ کی دنیا میں صالح قانون قرآن ہے جو امام علی (ص) کے مثالی معاشرے کا دوسرا اہم رکن قرار پایا ہے آپ نے قریب بیس سے زیادہ خطبوں میں تعلیمات قرآن کو عملی جامہ پہنانے پر تاکید کی ہے آپ کا مثالی معاشرہ قرآن کے اصول اور قوانین پر استوار ہے امام کی فرمایشات کے مطابق انسان اور انسانی معاشرے کا سب سے بہترین ہادی قرآن ہے ایک ایسا نور ہے جو کبھی خاموش ہونے والا نہیں ہے معاشرے کی ساری بیماریوں کا علاج اس میں پوشیدہ ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں۔

(وَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِينُ، وَالنُّورُ الْمُبِينُ، وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ...) ”اور تم پر لازم ہے کہ کتاب خدا پر عمل کرو کہ یہی مضبوط ریسمان اور روشن نور اور مفید علاج ہے...“

آپ خطبہ نمبر (۱۹۸) میں تفصیل سے قرآن کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا رھرو کبھی گمراہ نہیں ہوگا انسان کے ایمان کی اصل قرآن ہی ہے یہ اسلام کا مضبوط ستون ہے گویا مثالی معاشرے کی استواری کے لئے ہر طرح کا علم و برہان اور ہدایت اس میں پائی جاتی ہے معاشرے کے معیشتی، قضایی، عبادی، سیاسی وغیرہ امور کو انجام دینے کے واسطے قرآن ہی سب سے بہترین ہادی ہے اسی لئے مکتوب نمبر (۳۷) میں اپنی آخری وصیت میں یہی فرماتے ہیں کہ ”اللہ اللہ فی القرآن لا یسبغکم بالعلم بہ غیر کم“ ”دیکھو اللہ سے ڈرو قرآن کے بارے میں اس پر عمل کرنے میں دوسرے لوگ تم سے آگے نہ نکل جائیں“

اسی قرآن میں مثالی معاشرے کے امور کو تنظیم کرنے کی معلومات موجود ہے ماضی سے عبرت اور مستقبل میں آئیڈیل سوسائٹی کو بہتر سے بہتر بنانے کے فرامین پائے جاتے ہیں

(أَلَا إِنَّ فِيهِ عِلْمَ مَا يَأْتِي، وَالْحَدِيثَ عَنِ الْمَاضِي، وَدَوَاءَ دَائِكُمْ، وَنُظْمَ مَا بَيْنَكُمْ) ”اس میں مستقبل کا علم ہے اور ماضی کی داستان ہے تمہارے درد کی دوا ہے اور تمہارے امور کی تنظیم کا سامان ہے“

آپ (ع) لوگوں سے بیعت لے تے وقت اس بات کہ جانب اشارہ کرتے ہیں کہ اسلامی حکومت میں تشکیل پائے جانے والا مثالی معاشرہ قرآن کے اصول اور قوانین پر استوار ہوگا۔

(و اعلموا اني ان اجبتكم ركبتم بكم ما اعلم، و لم اصنع الي قول القائل و عتب العاتب) ”تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر میں تمہاری اس خواہش کو مان لوں تو تمہیں اس راستے پر لے چلوں گا۔ جو میرے علم میں ہے اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی شرز نش پر کان نہیں دھروں گا۔“

اور اپنے علم کے مطابق عمل کرنے سے مراد تعلیمات قرآن اور رسول اکرم (ص) کی پاکیزہ سیرت کے مطابق عمل کرنا ہے چنانچہ آپ قرآن ناطق بھی ہیں اور وارث علم پیغمبر بھی۔ (ادعواکم الی کتاب اللہ و سنتہ نبیہ۔۔۔) ”میں تمہیں کتاب خدا اور اسکے نبی کی سنت کی جانب دعوت دیتا ہوں“

پس امام علی (ع) کے خوبصورت اور پاکیزہ شہر اور بے مثال معاشرے میں قرآن حاکم ہے قرآن کے اصول اور قوانین نافذ ہیں لہذا اسکی تشکیل کے نظری اور عملی میدان میں قرآن پاک کا ایک اہم اور بنیادی کردار ہے اسی لئے یہ معاشرہ اوروں کے مقابلے میں زیادہ پائیدار اور استوار ہے کیونکہ اس کے ارکان ابدی اور مستحکم ہیں۔

ملت از آئین حق گیرد نظام  
از نظام محکمی خیزد دوام  
از یک آئینی مسلم زندہ است  
پیکر ملت ز قرآن زندہ است  
گر تومی خواهی مسلمان زیستن  
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

## سیرت پیغمبر (ص)

مکتب امام علی (ع) کے مثالی معاشرے اور آئیڈیل سوسائٹی کا تصور رسول پاک (ص) کی سیرت طیبہ کے بغیر ناممکن ہے آنحضور (ص) کی سیرت طیبہ کو نظریاتی اور عملی میادین میں اجر کرنا امام کے مثالی معاشرے کے اہم ترین ارکان میں سے ہے دوسرے الفاظ میں کہا جائے کہ امام علی (ع) کا مثالی معاشرہ رسالت مآب (ص) کی سیرت کا عملی نمونہ ہے کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) اپنی پوری زندگی انہی دو مذکورہ رکن (توحید اور قرآن) کو لوگوں کی زندگی میں نافذ کرنا چاہتے تھے پس آئیڈیل سوسائٹی کے قیام کے لئے آپ توحید کا پیغام اور انسانیت ساز آئین لے کے بشریت کے پاس آئے تھے امام علی (ع) خطبہ نمبر (۱۶۰) میں اس بات کی جانب واضح الفاظ میں اشارہ کرتے ہیں کہ آنحضور (ص) کی زندگی مکمل طور سے نمونہ عمل ہے اسی لئے بیعت کے وقت لوگوں سے اس بات کا تعہد لیتے ہیں کہ میرے سارے امور کا بنی اور محور قرآن اور آنحضور (ص) کی پاکیزہ اور مثالی سیرت رہے گی۔

(أَدْعُوكُم إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهِ) ”میں تمہیں کتاب خدا اور اسکے نبی کی سنت کی جانب دعوت دیتا ہوں“

کیونکہ توحید کے بعد یہی دین کے اہم ستون میں حساب ہوتی ہے آپ شہادت سے پہلے اس حقیقت کی جانب اشارہ فرماتے ہیں کہ اگر معاشرے کو زندہ اور نورانی اور سعادت مند بنانا چاہتے ہو تو ان دونوں چراغوں کو روشن رکھنا ہوگا۔

(أَمَّا وَصِيَّتِي: فَاللَّهُ لَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَ مُحَمَّدًا فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ، أَقِيمُوا هَذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ، وَأَوْقِدُوا هَذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ) ”میری وصیت یہ ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک قرار نہ دینا اور پیغمبر کی سنت کو ضائع نہ کرنا کہ یہی دونوں دین کے ستون ہیں انہیں کو قائم کرو اور انہیں دونوں چراغوں کو روشن رکھو“

آپ کی نظر میں سیرت نبوی (ص) سب سے زیادہ ہدایت یافتہ اور مضبوط سیرت ہے اگر اسے معاشرے کے بنیادی امور میں جگہ دی جائے تو مثالی معاشرے کی تشکیل بھی یقینی ہو جاتی ہے۔

(اقتدوا بھدی نبیکم فانہ اصدق الھدی و استنوا بسنة فانھا اھدی السنن) ”اپنے نبی کی ہدایت کی اقتدا کرو کیونکہ وہ سب سے

مصدق ہدایت ہے اور آپ کی سنت اور سیرت پر عمل کرو کیونکہ وہ سب سے زیادہ ہدایت یافتہ سنت اور سیرت ہے“

امام اس حقیقت سے پردہ ہٹاتے ہیں کہ بعثت سے پہلے لوگ اختلافات اور انتشار کے شکار تھے معاشرہ بد حالی میں مبتلا تھا لوگ جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزارتے تھے لیکن آنحضور (ص) کی ذات مبارک کی برکت سے وہ تفرقہ اور اختلافات کی گراہی سے نجات پانے کے اتحاد کی نورانی ہدایت اور سعادت سے بہرہ مند ہو جاتے ہیں اور اس زمانے کے سب سے برے معاشرے کو دنیا کے سب سے اعلیٰ اقدار رکھنے والے انسانی اور مثالی معاشرے میں تبدیل کرتے ہیں جو رہتی دنیا تک آنے والی ہر نسل کے لئے نمونہ عمل بن کے رہ گیا۔

(وَ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ مَلَأُ مَتَفَرِّقَةً وَ أَهْوَاءُ مُنْتَشِرَةٌ وَ طَرَائِقُ مُتَشَتِّتَةٌ بَيْنَ مُشَبِّهِ اللَّهِ بِخَلْقِهِ أَوْ مُلْحِدٍ فِي اسْمِهِ أَوْ مُشِيرٍ إِلَى غَيْرِهِ، فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ وَ أَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ) ”اس وقت اہل زمین مختلف مذاہب، منتشر خواہشات اور مختلف راستوں پر گامزن تھے۔ کوئی خدا کو مخلوقات کی شبیہ بتا رہا تھا۔ کوئی اس کے ناموں کو بگاڑ رہا تھا۔ اور کوئی دوسرے خدا کا اشارہ دے رہا تھا۔ مالک نے آپ کے ذریعہ سب کو گمراہی سے نجات دی اور جہالت سے باہر نکال لیا“

آپ (ع) کی نظر میں آنحضور (ص) نے نہ صرف ایک صالح اور مثالی معاشرے کی تشکیل کے اصول و ضوابط لوگوں تک پہنچانے بلکہ عملی جدوجہد کے ذریعہ اسکی سنگ بنیاد بھی رکھی۔

(فَصَدَعَ بِمَا أَمَرَ بِهِ، وَبَلَغَ رَسُولًا رَبِّهِ، فَلَمَّ اللَّهُ بِهِ الصَّدْعَ، وَرَتَّقَ بِهِ الْفُتُقَ، وَأَلْفَ بِهِ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ، بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِي الصُّدُورِ، وَالضَّعَائِنِ الْقَادِحَةِ فِي الْقُلُوبِ) ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوامر الہیہ کو واضح انداز سے پیش کر دیا اور اس کے پیغامات کو پہنچا دیا۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ انتشار کو مجتمع کیا۔ شگاف کو بھردیا اور قرابتداروں کے افتراق کو انس میں تبدیل کر دیا حالانکہ ان کے درمیان سخت قسم کی عداوت اور دلونہیں بھڑک اٹھنے والے کینے موجود تھے“

از رسالت در جہان تکوین ما

از رسالت دین ما آئین ما

از رسالت صد ہزار ایک است

جزو ما از جزو المینک است

از رسالت ہمنوا گشتیم ما

ہم نفس، ہم مدعا گشتیم ما

آن کہ شان او است یہدی من یرید

از رسالت حلقہ گرد ما کشید

لیکن پیغمبر اکرم (ع) کی پاکیزہ سیرت کو سمجھنے اور مثالی معاشرے میں اجرا کرنے کے لئے ہم اہلبیت رسول (ع) کے در کے محتاج ہیں اگر صحیح معنوں میں ہمیں سیرت نبوی کو سمجھنا ہوگا تو اہلبیت کی جانب رجوع کرنا ہوگا کیونکہ وہیں حقیقی دین کے مالک ہیں حق اور حقیقت کا صحیح پیغام انہیں کے پاس موجود ہیں۔

(نَحْنُ الشُّعَارُ وَالْأَصْحَابُ، وَالْحَزَنَةُ وَالْأَبْوَابُ، وَلَا تُؤْتَى الْبُيُوتُ إِلَّا مِنْ أَبْوَابِهَا، فَمَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقًا فِيهِمْ كَرَائِمُ الْقُرْآنِ، وَهُمْ كُنُوزُ الرَّحْمَنِ، إِنْ نَطَقُوا صَدَقُوا، وَإِنْ صَمَتُوا لَمْ يُسَبِّحُوا) ”در حقیقت ہم اہلبیت ہی دین کے نشان اور اس کے ساتھی، اس کے احکام کے خزانہ دار اور اس کے دروازے ہیں اور ظاہر ہے کہ گھروں میں داخلہ دروازوں کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے ورنہ انسان چور کہلائے گا۔ انہیں اہلبیت کے بارے میں قرآن کریم کی عظیم آیات ہیں اور یہی رحمان کے خزانہ دار ہیں یہ جب بولتے ہیں تو سچ کہتے ہیں اور جب قدم آگے بڑھاتے ہیں تو کوئی ان پر سبقت نہیں لے جا سکتا ہے“

اسی طرح خطبہ نمبر (۹۷) میں ان کے نقش قدم پر ہو ہو چلنے کا حکم دیتے ہیں ان کی راہ سے آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کو ہلاکت سے تعبیر کرتے ہیں پس ان فرمایشات کی بنا پر مکتب نبج البلاغہ کے مثالی معاشرے میں آنحضرت (ص) کی پاکیزہ سیرت کو ایک بنی اور رکنیت کی حیثیت سے ملحوظ نظر رکھنا ناقابل انکار حقیقت ہے لیکن اس سیرت طیبہ کو اجرا کرنے کے لئے ہمیں اہلبیت (ع) کی چوکھٹ پر سر تسلیم خم کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔

## زندگی کی صحیح آئیڈیالوجی۔

اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ معاشرے پر حاکم آئیڈیالوجی اور جہاں بینی بھی معاشرے کی سعادت اور ترقی میں اثر انداز ہوتی ہے اگر معاشرے میں پلنے والے افراد، موت کو ہی اختتام زندگی سمجھنے لگیں تو طبعی طور سے اس زندگی سے کسی بھی طرح کی اچھی یا بری لذت اٹھانے سے وہ اجتناب بھی نہیں کریں گے لیکن اگر موت کو ابدی زندگی تک پہنچنے کا ایک وسیلہ سمجھیں تو معاشرہ بھی دوسری نوعیت کا وجود میں آئے گا امام علی (ع) کے مثالی معاشرے کا ایک اور اہم رکن زندگی کی صحیح آئیڈیالوجی ہے دنیاوی اور اخروی زندگی کے حسین امتزاج اور گہرے رابطے کا صحیح ادراک و فہم ہے امام علی (ص) زندگی کے صحیح معنی اور مفہوم سمجھانے کی سعی و تلاش کرتے ہیں آپ نے مختلف خطبوں میں لوگوں سے یہی تقاضا کیا کہ دنیا کو آخرت کی گزرگاہ سمجھ کے زندگی بسر کریں۔ (الدُّنْيَا دَارٌ مَمَرٌ لَا دَارٌ مَقَرٌّ) ”دنیا ایک گزرگاہ ہے ایک منزل نہیں ہے“

بلکہ اس سے بڑھکر دنیا نفع اور نقصان کا ایک کمرشل بازار ہے جس میں ہر کوئی سرمایہ گذاری کرتا ہے بعض نفع حاصل کرتے اور بعض افراد اپنا سرمایہ کھو کے نقصان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(الدُّنْيَا سَوْقٌ رِبْحٌ فِيهَا قَوْمٌ وَ خَسِرَ فِيهَا آخِرُونَ) ”دنیا ایک بازار ہے جس میں ایک گروہ نفع حاصل کرتا ہے اور دوسرے کو نقصان ہوتا ہے“

آپ کی نظر میں مثالی معاشرہ اور حیات اخروی کا ایک دوسرے کے ساتھ کافی مضبوط رابطہ پایا جاتا ہے پہلا، دوسرے کو سنوارنے میں اتنا ہی مؤثر ہے جتنا دوسرے پہ توجہ کرنا دنیا کے آباد ہونے میں اثر انداز ہے، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی سعادت اور شقاوت آمیز زندگی کا آپس میں کافی گہرا اور مستقیم رابطہ ہے گویا دائمی عالم آخرت کو یاد کئے بغیر کرہ زمین پر ایک مثالی معاشرے کی بنیاد ڈالنا ناممکن ہے نیز انسانی اور اسلامی اقدار کی راہ میں حرکت کئے بغیر آخرت کی سعادت مند زندگی حاصل کرنا امکان پذیر نہیں ہے۔

اسی طرح خلقت کے اصلی ہدف کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے لہذا اس سرای فانی سے کوچ کرنے کے لئے ہمیشہ آمادہ رہو

(وَاعْلَمَ أَنَّكَ إِيمًا خُلِقْتَ لِلْآخِرَةِ لَا لِلدُّنْيَا، وَلِلْفَنَاءِ لَا لِلْبَقَاءِ، وَلِلْمَوْتِ لَا لِلْحَيَاةِ، وَأَنَّكَ فِي مَنْزِلِ قُلْعَةٍ وَدَارِ بُلْعَةٍ، وَطَرِيقِ إِلَى الْآخِرَةِ) ”یاد رکھو کہ تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے دنیا کے لئے نہیں اور فنا کے لئے بنایا گیا ہے دنیا میں باقی رہنے کے لئے نہیں۔ تمہاری تخلیق موت کے لئے ہوئی ہے زندگی کے لئے نہیں اور تم اس گھر میں ہو جہاں سے بہر حال اکھڑنا ہے اور صرف بقدر ضرورت سامان فراہم کرنا ہے اور تم آخرت کے راستے پر ہو“

قیامت کو اس دنیا کا مقصد اور غایت سمجھیں اور اسکے لئے ہمیشہ خود کو آمادہ رکھا کریں۔

(اعدوا له قبل نزوله فان الغاية القيامة و كفى بذالك واعظا لمن عقل و معتبراً لمن جهل) ”آخرت میں وارد ہونے سے پہلے ہی اپنے آپ کو آمادہ کرو کیونکہ تمہارا غایت اور آخری مقصد قیامت ہی ہے لہذا عقلمند انسان کے لئے ایک واعظ کی حیثیت سے اور جاہل کے لئے ایک عبرت آموز کی حیثیت سے تصور قیامت کافی ہے“

لہذا اس آئیڈیالوجی کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیا کو آخرت کی سرمایہ گذاری سمجھ کے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

پس ان فرمایشات سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ آئیڈیالوجی بھی معاشرے کی تشکیل میں ایک بنیادی رکن کی حیثیت رکھتی ہے اگر معاشرے کے افراد ایسے عقیدہ کے حامی نہ ہوں تو مثالی معاشرہ تو دور ایک عام، صحیح اور سالم معاشرے کا قیام بھی ممکن نہیں ہو سکتا ہے

## مثالی معاشرے کی اہم خصوصیات۔

مثالی معاشرے کی ضرورت اور ارکان کی وضاحت کے بعد اب اسکی اہم اور بے مثال خصوصیات کی جانب اشارہ کرتے ہیں جو اسے دوسرے غیر اسلامی مشرقی اور مغربی معاشرے سے الگ اور متمایز کر دیتی ہیں یہ خصوصیات معاشرے کے سیاسی، اجتماعی، ثقافتی، معیشتی، امنیتی میادین وغیرہ سے مکمل رابطہ رکھتی ہیں امام کی نظر میں جب تک ایک مثالی اور آئیڈیل سوسائٹی کے اندر ایسی خصوصیات اور صفات نہ پائی جائیں تب تک اسکے اہداف اور خلقت کے اصلی مقاصد کی دستیابی بھی ناممکن ہے۔ اگرچہ مکتب امام کے ایسے معاشرے میں بہت ساری صفات اور خصوصیات کی جانب اشارہ ملتا ہے لیکن مقالہ کی وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہماری کوشش یہی ہے کہ اس کی اہم ترین خصوصیات کو بیان کرنے پہ ہی اکتفا کریں گے۔

## آزادی

اس میں کوئی شک نہیں کہ آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے عصر حاضر میں جتنا آزادی بشر کے بارے میں لکھا اور کہا جاتا ہے شاید ہی انسانی تاریخ کے کسی اور دور میں اس سلسلے میں گفت و شنید ہوئی ہو امام علی (ع) کے مثالی معاشرے کی سب سے اہم اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی آزادی سے مالا مال ہے اس میں زندگی گزارنے والے افراد اپنی ذاتی اور معنوی آزادی سے لیکر سیاسی آزادی پر مکمل اختیار رکھتے ہیں آپکی آرزو یہی ہے کہ اس معاشرے کے سارے افراد کے اندر اپنے آپ کو ہر طرح کے قید و بند سے آزاد سمجھنے کا شعور اور سلیقہ پیدا ہو جائے نہ یہ کہ آزادی کو حکمران کی جانب سے لایا ہو ایک تحفہ جانیں۔ شہید مطہری فرماتے ہیں: سیاسی اور اجتماعی آزادی تک پہنچنے کے لئے معنوی آزادی بھی ضروری ہے یعنی انسان اپنی قید اور اسارت سے بھی آزاد ہو جائے۔ امام (ع) اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(لَا تَكُنْ عَبْدًا غَيْرَكَ وَقَدْ جَعَلَكَ اللَّهُ حُرًّا) ”کسی کا غلام مت بنو کیونکہ خدا نے تمہیں آزاد پیدا کیا ہے“

آپ سخت اور دشوار ترین حالات میں بھی لوگوں کے اس ذاتی حق کا بھرپور خیال رکھتے تھے چنانچہ جب سہل بن حنیف نے مدینہ میں معاویہ کے ساتھ لوگوں کی ملاقات کی شکایت کی، آپ نے فرمایا:

(فَلَا تَأْسَفْ عَلَى مَا يُفُوتُكَ مِنْ عَدَدِهِمْ، وَيَذْهَبُ عَنْكَ مِنْ مَدَدِهِمْ، فَكَفَى لَهُمْ غِيًّا وَلَكَ مِنْهُمْ شَافِيًّا، فِرَارُهُمْ مِنْ الْهُدَى وَالْحَقِّ، وَإِيضَاعُهُمْ إِلَى الْعَمَى وَالْجَهْلِ) ”خبردار تم اس عدد کے کم ہو جانے اور اس طاقت کے چلے جانے پر ہرگز افسوس نہ کرنا کہ ان لوگوں کی گمراہی اور تمہارے سکون نفس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ لوگ حق و ہدایت سے بھاگے ہیں اور گمراہی اور جہالت کی طرف دوڑ پڑے ہیں“



اسی طرح حکمیت کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہونے پر فرمایا:

(وَلَيْسَ لِي أَنْ أَحْمِلَكُمْ عَلَىٰ مَا تَكْرَهُونَ!) ”میں تمہے کسی ایسی چیز پر آمادہ نہیں کر سکتا ہوں جو تمہیں ناگوار اور ناپسند ہو“

سیاسی امور میں آزادی کے حوالے سے لوگوں کا سب سے اہم حق، انتخاب کا حق ہوتا ہے یہ بات طلحہ اور زبیر کو لکھے گئے ایک خط سے روشن ہو جاتی ہے کہ امام نے اس حوالے سے بھی لوگوں کو مکمل آزادی دے رکھی تھی۔

(أَيُّ لَمْ أُرِدِ النَّاسَ حَتَّىٰ أَرَادُونِي، وَمَلَّمُ أَبَايَعُهُمْ حَتَّىٰ بَايَعُونِي، وَإِنَّا كَمَا مِمَّنْ أَرَادَنِي وَبَايَعَنِي، وَإِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَايَعَنِي لِسُلْطَانٍ غَاصِبٍ، وَلَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ) ”میں نے خلافت کی خواہش نہیں کی لوگوں نے مجھ سے خواہش کی ہے اور میں نے بیعت کے لئے اقدام نہیں کیا ہے جب تک انہوں نے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا ہے تم دونوں بھی انہیں افراد میں شامل ہو جنہوں نے مجھے سے چاہا تھا اور میری بیعت کی تھی اور عام لوگوں نے بھی میری بیعت نہ کسی سلطنت کے رعب داب سے کی ہے اور نہ کسی مال و دنیا کی لالچ میں کی ہے“

یعنی لوگ ہر طرح سے آزاد تھے کسی مجبوری یا جبر و زیادتی کی وجہ سے میری بیعت نہیں کی ہے اسی طرح اہل کوفہ کو ایک خط لکھتے ہوئے لوگوں کے آزاد اور مختار ہونے کی جانب اشارہ فرماتے ہیں:

(بَايَعَنِي النَّاسُ غَيْرَ مُسْتَكْرَهِينَ وَ لَا مُجْبَرِينَ بَلْ طَائِعِينَ مُخَيَّرِينَ) ”لوگوں نے میری بیعت کی جس میں نہ کوئی جبر تھا اور نہ اکراہ، بلکہ سب کے سب اطاعت گزار تھے اور مختار“

پس ان اقوال کی روشنی میں یہ بات ہمارے لئے روشن ہو جاتی ہے کہ امام علی (ع) کا معاشرہ آزاد معاشرہ ہے یہاں اپنی ذاتی اور معنوی آزادی سے لیکر سیاسی امور کی آزادی کا پورا خیال رکھا جاتا ہے اس مثالی معاشرے میں آزاد نسل پروان چڑھتی ہے غلامی کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

### صلح قیادت:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک چھوٹے سے گھرانے سے لیکر ایک بڑی جماعت تک کے لئے ایک قائد کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ہر طرح کی سستی اور بے انضباطی سے بچاتے ہوئے اس کے اندر نظم و انضباط پیدا کر سکے امام علی (ع) کی نظر میں ہر معاشرے کے لئے ایک حاکم اور قائد کی ضرورت ہے۔ (لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ) ”لوگوں کے لئے ایک حاکم اور قائد کا ہونا ضروری ہے چاہے وہ نیک ہو یا برا“ لیکن مثالی معاشرے کی قیادت کے کچھ معیار ہیں امام کا مثالی معاشرہ صلح اور نیک قیادت کی حاکمیت پر استوار ایک ایسا منفرد معاشرہ ہے جس کے سیاسی، معاشرتی، ثقافتی امور کو ادارہ کرنے کے لئے شایستگی، اور صلاحیت کو دیکھا جاتا ہے نہ کسی حسب و نسب کو، اسی لئے ایسے افراد کی باتوں پر اظہار تعجب کرتے ہیں جو خلافت اور امت مسلمہ

کی حاکمیت کی گدی پر بیٹھنے کے لئے صرف آنحضور (ص) کے صحابی ہونے کے معیار کو کافی جانتے تھے اگر یہی معیار ہے تو پھر میں زیادہ مستحق خلافت ہوں کیونکہ میں صحابی کے علاوہ قرابت دار بھی ہوں۔ (وَاعْجَبَاهُ! خِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَ الْقَرَابَةِ)

”واعجباہ! خلافت صرف صحابیت کی بنا پر مل سکتی ہے لیکن اگر صحابیت اور قرابت دونوں جمع ہو جائیں تو نہیں مل سکتی ہے“ آپ ہر طرح کے حسب و نسب اور ذاتی روابط کی نفی کرتے ہوئے مثالی معاشرے کے لائق اور صالح قائد اور رہبر کی ضرورت اور اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں: (وَمَكَانُ الْقِيَمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَزْرِ يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ: فَإِنْ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ وَذَهَبَ، ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَائِفِرِهِ أَبَدًا) ”ملک میں ایک رہبر کی جگہ اس محکم دھاگے کی مانند ہے جو مہروں کو متحد کر کے آپس میں ملاتی ہے اور وہ اگر ٹوٹ جائے گا تو سارا سلسلہ بکھر جائے گا اور پھر ہرگز دوبارہ جمع نہیں ہو سکتا ہے“ اور اسی طرح رہبر اور قائد امت مسلمہ ہونے کے ناطے اپنا تعارف یوں کراتے ہیں:

(و انما انا قطب الرحا تدور علیّ و انا بمکانی ، فاذا فارقتہ استبحار مدارھا و اضطرب ثفالاً) ”میں حکومت کی چمکی کا محور ہوں جسے میرے گرد چکر لگانا چاہیے اگر میں اپنے محور سے دور ہوا تو وہ اپنے مدار سے ڈگمگا جائے گی اور اسکی نیچے کی بساط بھی متزلزل ہو جائیگی“

امام علی (ع) کے مثالی معاشرے میں غیر صالح قائد کی کوئی جگہ نہیں ہے کیونکہ رعیت اپنے حاکم کی اتباع کرتی ہے لہذا فاجر اور فاسق حاکم کی صورت میں پوری رعیت فاسد ہو جائے گی لیکن صالح اور نیک حاکمیت کی صورت میں معاشرہ بھی صالح اور نیک بن جاتا ہے اسی بنا پر آپ ایک صالح رہبر اور قائد کے بغیر مثالی معاشرے کی تشکیل بھی ناممکن جانتے ہیں۔

(فَلَيْسَتْ تَصْلُحُ الرَّعِيَّةُ إِلَّا بِصَلَاحِ الْوَلَاةِ) ”رعایا کی اصلاح تب تک ممکن نہیں ہے جب تک والی صالح نہ ہو“

اسی طرح آپ نے مختلف مقامات پر ایک صالح اور مثالی رہبر اور قائد کی خصوصیات اور صفات بھی بیان فرمائے ہیں عادل اور منصف قائد کی اطاعت اور فرمانبرداری کے سائے میں پیدا ہونے والے مثالی معاشرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(اتقوا الله و اطيعوا امامكم فان الرعية الصالحة تنجو بالامام العادل، الا و ان الرعية الفاجر تهلك بالامام الفاجر) ”خدا سے ڈرو اور اپنے رہبر اور پیشوا کی اطاعت کرو کیونکہ صالح قوم عادل پیشوا کے ذریعے سے نجات پاتی ہے خبردار فاسد قوم فاسد پیشوا کی وجہ سے ہلاک ہو جاتی ہے“

پس یہ بات کافی حد تک واضح ہوگی کہ امام علی کے مثالی معاشرے کا ایک اہم جز صالح قیادت ہے یہاں صلاحیت اور اچھائی کی پرورش ہوتی ہے نہ حسب و نسب کی بنا پر برائی کی ترویج اسی لئے یہ معاشرہ ہر طرح کی برائی سے پاک ہے۔

## قانون گراہی:

نبج البلاغہ کی دنیا میں تشکیل پانے والے مثالی معاشرے کی ایک اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک قانون گرا معاشرہ ہے یہاں قانون اور ضوابط کی حاکمیت ہے کسی کو حق نہیں بنتا کہ اپنے نفع کی خاطر یا نقصان سے بچنے کے لئے قانون کو پاؤں تلے روند دے آپ معاشرے میں اٹھائے گئے کسی بھی سیاسی، اجتماعی یا فوجی اقدامات کی وجہ نفاذ قانون اور شریعت ہی بتلاتے ہیں آپ خالق کائنات کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے اس بات کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

(اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنِ الَّذِي كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِي سُلْطَانٍ وَ لَا نِيْمَاسَ شَيْءٍ مِنْ فُضُولِ الْخُطَامِ وَ لَكِنْ لِنَرْدِ الْمَعَالِمِ مِنْ دِينِكَ وَ نُظْهِرَ الْإِصْلَاحَ فِي بِلَادِكَ فَيَأْمَنَ الْمَظْلُومُونَ مِنْ عِبَادِكَ وَ تُقَامَ الْمُعْظَلَّةُ مِنْ حُدُودِكَ) ”بار الہا! تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے (جنگ و پیکار کی صورت میں) ظاہر ہوا اس لیے نہیں تھا کہ ہمیں تسلط و اقتدار کی خواہش تھی یا مال دنیا کی طلب تھی بلکہ یہ اس لیے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو (پھر ان کی جگہ پر) پلٹائیں اور تیرے شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تاکہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام (پھر سے) جاری ہو جائیں جنہیں بیکار بنا دیا گیا ہے“

آپ کی نظر میں مثالی معاشرے کی تشکیل کا ایک اہم ذریعہ حکومت اسلامی کا قیام ہے جس کے سائے میں اس کے اصلی مقصد یعنی قانون الہی کو بھی اجرا کیا جاسکتا ہے آپ عملی صورت میں خلافت اسلامی کو قبول کرنے کی ایک اہم وجہ بھی یہی نفاذ شریعت ہی بتلاتے ہیں۔

(وَ اللَّهُ مَا كَانَتْ لِي فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ، وَ لَا فِي الْوِلَايَةِ إِزْبَةٌ وَ لَكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُونِي إِلَيْهَا، وَ حَمَلْتُمُونِي عَلَيْهَا، فَلَمَّا أَفْضَتْ إِلَيَّ نَظَرْتُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَ مَا وَضَعَ لَنَا، وَ أَمَرْنَا بِالْحُكْمِ بِهِ فَاتَّبَعْتُهُ، وَ مَا اسْتَسَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَافْتَدَيْتُهُ) ”خدا کی قسم! مجھے تو کبھی بھی اپنے لئے خلافت اور حکومت کی حاجت و تمنا نہیں رہی تم ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب وہ مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اس نے حکم دیا میں اسی کے مطابق چلا اور جو سنت پیغمبر قرار پائی اس کی پیروی کی“

اسی طرح مالک اشتر کو قانون الہی اجرا کرنے کی سخت تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مثالی معاشرے میں سعادتمند زندگی کے حصول کے لئے قانون کا نفاذ ضروری ہے وگرنہ معاشرہ بربادی کے دلدل میں گر جائے گا۔

(امرہ بتقوي الله، و ايتار طاعته، و اتباع ما امر به في كتابه من فرائضه و سننه، التي لا يسعد احد الا باتباعها و لا يشقي الا مع جحودها و اضاعتها) ”سب سے پہلا امر یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو اس کی اطاعت کو اختیار کرو اور جن فرائض کا

اپنی کتاب میں حکم دیا ہے ان کا اتباع کرو کہ کوئی شخص ان کے اتباع کئے بغیر نیک بخت نہیں ہو سکتا ہے اور کوئی شخص ان کے انکار اور بربادی کے بغیر بد بخت نہیں قرار دیا جاسکتا“

مثالی معاشرے میں قانون ہی ایک ایسی چیز ہے جو معاشرے میں برابری اور مساوات قائم کر دیتی ہے اور ہر طرح کی تبعیض ختم کر کے ایک صالح معاشرہ وجود میں لاتی ہے امام علی (ع) کے قانون میں تبعیض کی کوئی گنجائش نہیں اپنے سیاسی پیغام میں مالک اشتر سے یہی چاہتے ہیں کہ قانون میں مساوات سے کام لے کیونکہ قانون کے آگے سب برابر ہیں۔

(وَإِيَّاكَ وَالْأَسْتِثْنَاءَ بِمَا النَّاسُ فِيهِ أُسْوَةٌ) ”دیکھو جس چیز میں تمام لوگ برابر کے شریک ہیں اسے اپنے ساتھ مخصوص نہ کر لینا“

اسی طرح حلوان کے سپاہیوں کے سپہ سالار اسود ابن قطبہ کے نام لکھے ایک خط میں قانون کی برابری پر زور دیتے ہیں۔

(فَلْيَكُنْ أَمْرَ النَّاسِ عِنْدَكَ فِي الْحَقِّ سَوَاءً) ”لیکن تمہاری نگاہ میں تمام افراد کے معاملات کو ایک جیسا ہونا چاہیے“

لیکن ان الہی قوانین کو ہر کوئی اجرا نہیں کر سکتا یہ تھوڑے ہی مغربی معاشرے کے قانون گزار ہیں جو اپنے نفع و نقصان کو دیکھ کے قانون بناتے ہیں اور ہر طرح کی برائیوں میں ملوث ہونے کے بعد بھی قانون اجرا کرنے کے دعوے دار بن جاتے ہیں یہ امام علی (ع) کا مثالی معاشرہ ہے یہاں قانون نافذ کرنے والے افراد کو ہر طرح کے عیب اور نقائص سے پاک ہونا چاہیے۔

(لَا يُقِيمُ أَمْرَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ إِلَّا مَنْ لَا يُصَانِعُ وَ لَا يُضَارِعُ وَ لَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ) ”حکم الہی کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو حق

کے معاملہ میں مروت نہ کرتا ہو اور عاجزی و کمزوری کا اظہار نہ کرتا ہو اور للچ کے پیچھے نہ دوڑتا ہو“

پس نبج البلاغہ میں تشکیل پانے والا مثالی معاشرہ قانون گرا اور قانون مدار معاشرہ ہے ایک ادنی اور عام آدمی سے لیکر ایک حاکم اعلیٰ تک سب کے سب قانون کے آگے یکساں اور برابر ہیں یہاں نفاذ قانون کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی تبعیض نہیں کی جاسکتی۔

## حق مداری:

مکتب نبج البلاغہ میں بیان ہونے والا مثالی معاشرہ حق مدار ہے حق اور حقیقت پر مبنی ہے اس معاشرے میں زندگی بسر کرنے والے افراد کا معیار اور محور حق ہیں ایسے افراد (يعترف بالحق قبل ان يشهد عليه) ”گواہی طلب کئے جانے سے پہلے حق کا اعتراف کرتے ہیں“ اور (ويصف الحق ويعمل به) ”حق کی معرفت رکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کرتے ہیں“ آپکی نظر میں بیان و توصیف کے اعتبار سے حق کا دائرہ کافی وسیع ہے لیکن عملی میدان میں کافی تنگ ہے۔

(وَالْحَقُّ أَوْسَعُ الْأَشْيَاءِ فِي التَّوَّاصُفِ، وَ أَضْيَقُهَا فِي التَّنَاصُفِ،) ”اور حق مدح سرائی کے اعتبار سے تو بہت وسعت رکھتا ہے لیکن انصاف کے اعتبار سے بہت تنگ ہے“

مثالی معاشرے میں حق محوری کو فروغ دینے کے لئے امام لوگوں سے حق اور عدالت آمیز مشورہ دینے کی ترغیب کرتے ہیں اور ہر طرح کے ڈر اور خوف کی نفی کرتے ہیں آپ کی نظر میں مثالی معاشرے کی ایک اہم خاصیت یہ ہے کہ حاکم، عوام کی حق بات کو اپنے دل کی گہرائیوں سے سنتا ہے اور انکے حق اور عدالت آمیز مشوروں سے استفادہ کرتے ہوئے معاشرے کی فلاح اور بہبود کی جدوجہد میں رہتا ہے یہ سلطنت اور شہنشاہی نظام نہیں ہے جہاں حق اور حقیقت کا گھلا گھونٹا جاتا ہے یہاں ہر چیز کا محور اور مرکز حق ہے۔

(وَ لَا تَطْنُوا بِي اسْتِثْقَالًا فِي حَقِّ قَيْلِي، وَلَا التَّمَسَّاسَ إِعْظَامٍ لِنَفْسِي، فَإِنَّهُ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ اِنْ يُقَالَ لَهُ، أَوِ الْعَدْلَ اِنْ يُعْرَضَ عَلَيْهِ كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا اَثْقَلَ عَلَيْهِ، فَلَا تَكْفُوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقِّ أَوْ مَشْوَرَةٍ بِعَدْلٍ) ”میرے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ میرے سامنے کوئی حق بات کہی جائے گی تو مجھے گراں گزرے گی اور نہ یہ خیال کرو کہ میں یہ درخواست کروں گا کہ مجھے بڑھا چڑھا دو کیونکہ جو اپنے سامنے حق کے کہے جانے اور عدل کے پیش کئے جانے کو بھی گراں سمجھتا ہو اسے حق اور انصاف پر عمل کرنا کہیں زیادہ دشوار ہوگا تم اپنے کو حق کی بات کہنے اور عدل کا مشورہ دینے سے نہ روکو“

پس امام علی (ع) کے مثالی معاشرے کا محور حق ہے یہاں ادنیٰ فقیر سے لیکر اعلیٰ حاکم تک سب کے سب حق بیانی میں یکساں ہیں یہ معاشرہ اس زاویے سے بھی دوسرے معاشروں سے ممتاز ہے چونکہ عصر حاضر میں مثالی معاشرے کا پرچم اٹھانے والے مغربی تہذیب کے حامی محض باطل کی ترویج میں ہیں یہ معاشرے حق کشی اور حق تلفی میں اول درجے پر ہیں انہیں مکتب نبج البلاغہ کے اس حق مدار اور حق محور معاشرے پر ایک بار پھر سے غور کرنا چاہیے یہاں حق کہا جاتا ہے حق سنا جاتا ہے اور حق پہ عمل ہوتا ہے باطل کی کوئی گنجائش نہیں۔

## عقل گراہی:

کائنات میں صرف انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عقل کے نایاب گوہر سے نوازا ہے انسان اور حیوان کے درمیان عقل ہی فصل میز ہے لہذا جو انسان اپنی عقل سے استفادہ نہ کرے وہ بھی حیوان ہے بلکہ قرآن کی نظر میں کبھی حیوانوں سے بھی پست اور نیچا ہو جاتا ہے۔ ﴿وَلَعَلَّكَ كَالْأَنْعَامِ بَلِ هُمْ أَضَلُّ﴾ (سورہ اعراف، ۱۷۹) امام علی (ع) کے مثالی معاشرے میں عقل کا عنصر کافی عمل دخل رکھتا ہے یہ عقلمندوں کا معاشرہ ہے اس معاشرے پر عقلانیت حاکم ہے یہاں جاہلیت، بے جا غیرت اور غیر معقول احساسات کی کوئی گنجائش نہیں ہے آپ کی نظر میں زمانہ جاہلیت کا معاشرہ عقل و درایت سے عاری ایک حیوان نما اور درندہ ساز معاشرہ تھا پیغمبر کی بعثت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلَى شَرِّ دِينٍ وَ فِي شَرِّ دَارٍ مُنِيحُونَ بَيْنَ حِجَارَةٍ حُشْنٍ وَ حَيَاتٍ صُمِّ تَشْرُبُونَ الْكَدِيرَ وَ تَأْكُلُونَ الْجَشِبَ وَ تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَ تَقْطَعُونَ أَرْحَامَكُمْ الْإِنَّمَا بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ) ”(پیغمبر کی بعثت سے پہلے) تم گروہ عرب بدترین دین کے مالک اور بدترین علاقہ کے رہنے والے تھے، ناہموار پتھروں اور زہریلے سانپوں کے درمیان بود و باش رکھتے تھے، گندہ پانی پیتے تھے اور غلیظ غذا استعمال کرتے تھے، آپس میں ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اور قرابتداروں سے بے تعلقی رکھتے تھے، بت تمہارے درمیان نصب تھے اور گناہ تمہیں گھیرے ہوئے تھے“

پیغمبر نازنین (ص) نے انہیں جہالت کی تاریکی سے نکال کر نور ہدایت اور عقلانیت سے نوازا۔

(فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ وَ انْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ) ”مالک (خدا) نے آپ کے ذریعہ سب کو گمراہی سے نجات دی اور جہالت سے باہر نکال لیا“

(وَيُثِرُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ) ”اور انکی عقل کے دفینوں کو باہر لائیں“

امام علی (ع) کا فرمان ہے کہ جہاں عقلانیت نہ ہو وہاں تباہی اور فساد حاکم ہوتا ہے آپ معاویہ کے ہاتھوں قروج پائے جانے والے غیر اسلامی معاشرے کی ایک اہم وجہ عوام اور لوگوں کی اندھی تقلید اور نا آگاہی جانتے ہیں۔

(... وَ أَقْرَبَ بِقَوْمٍ مِنَ الْجَهْلِ بِاللَّهِ قَائِدُهُمْ مُعَاوِيَةُ وَ مُؤَدِّيهِمْ ابْنُ النَّبِيعَةِ) ”... وہ قوم اللہ (کے احکام) سے کتنی جاہل ہے کہ

جس کا پیشرو معاویہ اور معلم نابغہ (عمر عاص) کا بیٹا ہے“

اسی طرح امام علی (ع) عقل گراہی کی بنیاد پر احساسات کو ابھارنے سے پرہیز دلاتے ہیں جنگ صفین میں سپاہیوں کی ایک دوسرے کو گالیاں دینے کی خبر ملنے پر فرمایا:

(إِنِّي أَكْرَهُ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا سَبَابِينَ وَ لَكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ أَعْمَالَهُمْ وَ ذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ كَانَ أَصَوَّبَ فِي الْقَوْلِ وَ أَبْلَغَ فِي الْعُدْرِ وَ قُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ إِيَّاهُمْ اللَّهُمَّ احْقِنِ دِمَائَنَا وَ دِمَائِهِمْ وَ اصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَ بَيْنِهِمْ وَ اهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ

حَتَّىٰ يَعْرِفَ الْحَقُّ مَنْ جَهَلَهُ، وَ يَزَعَوِي عَنِ الْعَيِّ وَ الْعُدْوَانِ مَنْ لَهَجَ بِهِ) ”میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے لگو اگر تم ان کے کرتوت کھولو اور ان کے صحیح حالات پیش کرو، تو یہ ایک ٹھکانے کی بات اور عذر تمام کرنے کا صحیح طریق کار ہوگا۔ تم گالم گلوچ کے بجائے یہ کہو کہ خدایا ہمارا بھی خون محفوظ رکھ اور ان کا بھی، اور ہمارے اور ان کے درمیان اصلاح کی صورت پیدا کر اور انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف لاتا کہ حق سے بے خبر، حق کو پہچان لیں اور گمراہی و سرکشی کے شیدائی اس سے اپنا رخ موڑ لیں۔“

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان جہالت اور نا آگاہی کی بنیاد پر ہی اپنے احساسات کا مطیع ہو جاتا ہے لیکن اگر عقل و درایت اور شعور پیدا ہو تو نہ فقط معاشرے کے اندر صلح و آشتی برقرار ہوتی ہے بلکہ گمراہی اور حق سے بٹھکے ہوئے افراد کو بھی حق اور ہدایت کے جام سے سیراب کیا جاسکتا ہے پس مثالی معاشرے کی اہم ترین خاصیت عقل گریابی ہے۔

### علم گریابی:

اس میں کوئی شک نہیں کہ علم، آگاہی اور بصیرت سے عاری ذلیل افراد تباہی اور بربادی کا باعث بنتے ہیں کیونکہ انکی اپنی کوئی پہچان ہی نہیں ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کے اسیر اور شیطان کے آلہ کار بنے ہوتے ہیں لیکن جو چیز انسان کی حقیقت، پہچان، کرامت، اور عزت کا باعث بنتی ہے اور اسکی حفاظت کرتی ہے وہ علم، آگاہی اور بصیرت ہے۔ پس اس حوالے سے ایک باشعور اور تعلیم و تربیت یافتہ معاشرہ ہی سعادت مند اور ترقی یافتہ معاشرہ بن سکتا ہے لہذا ایک مثالی معاشرے کی تشکیل میں علم و دانش کا ایک اہم کردار ہو سکتا ہے۔ امام علی کا مثالی معاشرہ علم و دانش سے مالا مال ہے۔

آپ علم اور صاحبان علم کی قدر و منزلت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(النَّاسُ ثَلَاثَةٌ فَعَالِمٌ رَبَّانِيٌّ وَ مُتَعَلِّمٌ عَلَىٰ سَبِيلِ نَجَاةٍ وَ هَمَّجٌ رَعَاةٌ أَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ يَمِيلُونَ مَعَ كُلِّ رِيحٍ لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِنُورِ الْعِلْمِ وَ لَمْ يَلْجِئُوا إِلَىٰ زُكْنٍ وَثِيقٍ) ”لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں: خدا رسیدہ عالم، راہ نجات پر چلنے والا طالب علم اور عوام الناس کا وہ گروہ جو ہر آواز کے پیچھے چل پڑتا ہے اور ہر ہوا کے ساتھ لہرانے لگتا ہے۔ اس نے نہ نور کی روشنی حاصل کی ہے اور نہ کسی مستحکم ستون کا سہارا لیا ہے“

امام کی نظر میں انسان کی قدر و قیمت اسکے علم و بصیرت کے مطابق ہے چنانچہ ایک معاشرہ مختلف افراد سے وجود میں آتا ہے لہذا معاشرے کی قدر و قیمت اس معاشرے کے صاحبان علم و معرفت سے لگایا جاسکتا ہے۔

(قيمة كل امرئ ما يعلم) ”ہر انسان کی قیمت اسکے علم و آگاہی کے مطابق ہے“

آپ مزید فرماتے ہیں کہ معاشرے کی فلاح اور ترقی کا داردار علم پر ہے اور نیز ہر برائی اور پسماندگی کی جڑ جہالت اور بیسوادی ہے (العلم اصل کل خیر) ”ہر نیکی کی جڑ علم ہے“ (الجهل اصل کل شر) ”ہر برائی کی جڑ جہالت ہے“

اسی طرح کیمل بن زیاد سے علم اور مال کے درمیان تقابلی جائزہ کرتے ہوئے علم کی برتری پر زور دیتے ہیں۔ (حکمت ۱۴۷) نیز اپنے معاشرے کو مثالی بنانے کے لئے لوگوں کو علم و دانش حاصل کرنے کی ترغیب کر رہے ہیں۔

(فَبَادِرُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِ تَصْوِيحِ نَبْتِهِ وَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُشْغَلُوا بِأَنْفُسِكُمْ عَنْ مُسْتَثَارِ الْعِلْمِ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهِ) ”تمہیں چاہئے کہ علم کی طرف بڑھو قبل اس کے کہ اس کا (ہرا بھرا) سبزہ خشک ہو جائے اور قبل اس کے کہ اہل علم سے علم سیکھنے میں اپنے ہی نفس کی مصروفیت حاصل ہو جائیں“

پس مثالی معاشرے کو تعلیم و تربیت کے بغیر تصور کرنا محال ہے لہذا علم و دانش اور صاحبان علم معاشرے کے ایک لازمی جز میں شمار ہوتے ہیں اور معاشرے کی مادی اور معنوی ترقی اور پیشرفت میں ان کا اہم اور بنیادی کردار ہوتا ہے۔

### عملی جدوجہد اور محنت:

اس میں کوئی شک نہیں مولائے کائنات علی (ع) ہر میدان میں محنت اور مشقت کرتے تھے چاہے وہ جنگ کا میدان ہو یا پھر نخلستان کے باغات کی آبیاری کا کام ہو میدان علم ہو یا میدان عمل، ہر جگہ جدوجہد اور تلاش جاری رکھتے تھے اس حیثیت سے نہج البلاغہ کا مثالی معاشرہ کاہلی اور سستی سے دور ایک زحمتکش، عملی جدوجہد اور سعی و تلاش کرنے والے افراد کا معاشرہ ہے جہاں غربت اور افلاس کی کوئی جگہ نہیں ہے وہاں کے لوگ اپنی محنت اور مشقت کے بل بوتے پر آباد ہیں اس معاشرے میں کام اور محنت کرنے کا حوصلہ اور ہمت بلند ہے معاشرے کی غربت کی ایک وجہ یہی کسالت اور کاہلی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

(ان الاشياء لما ازدوجت، ازدوج الكسل والعجز فتتجا بينهما الفقر) ”جب امور ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں تو

کسالت اور ناتوانی وجود میں آجاتی ہے اور ان دونوں سے غربت جنم لیتی ہے“

لہذا جس معاشرے میں کام کاج اور عملی جدوجہد کی حاکمیت قائم ہو جس سوسائٹی میں لوگوں نے کام کاج اور محنت کو اپنا پیشہ بنایا ہو وہ کبھی افلاس اور غربت کی بیماری میں مبتلا نہیں ہو سکتی اسی لئے امام علی (ع) ایسے مثالی معاشرے میں پرورش پانے والے افراد کی محنت اور مشقت نیز اپنے اہل خانہ کی فلاح و بھبود کی خاطر جدوجہد میں سحر خیزی کرنے کو راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کی سحر خیزی سے بھی برتر جانتے ہیں۔



(ما غدوة احدكم فى سبيل الله باعظم مى غدوة يطلب لولده و عياله ما يصلحهم) ”راہ خدا میں تمہاری سحر خیزی کرنا ایسے شخص کی سحر خیزی سے بڑھکر نہیں ہے جو اپنی اولاد اور گھر والوں کی مصلحت کو نظر میں رکھتے ہوئے طلب معاش کے لئے سحر خیزی کرے“

نیز فرماتے ہیں کہ کام اور محنت سے ہی ہر طرح کی طاقت اور قدرت میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن غربت اور بیکاری، تنگدستی اور غلامی ہی وجود میں لاتی ہے جس کا ایک لازمی نتیجہ فساد اور بربادی ہے جو کسی بھی طرح سے ایک مثالی معاشرہ اور آئیڈنل سوسائٹی سے تناسب نہیں رکھتا ہے۔

(ومن يعمل یزدد قوۃ و من یفتقر فی العمل یزدد قترۃ) ”جو شخص کام اور محنت کرتا ہے اس کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور جو شخص کام چوری کرتا ہے اسکی تنگدستی میں اضافہ ہو جاتا ہے“

پس اس بنا پر مثالی معاشرہ ایک محنت کش افراد کا معاشرہ ہے جہاں ہر شخص اپنی ذاتی توانائیوں سے معاشرے کی ترقی اور سعادت کی راہیں ہموار کرتا ہے اپنے معاشرے کو غربت اور افلاس اور اسکے ذریعہ سے پھیلنے والی ہر طرح کی برائی اور فساد، سے نجات دلاتا ہے۔

### وحدت اور انسجام:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک معاشرے اور قوم کی ترقی، سعادت اور بلند اہداف ایک دوسرے کے تعاون اور اتحاد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے نوع بشر کی دوام اور نسل نوین کی بقاء کا اساسی اور بنیادی عامل اتحاد اور اتفاق ہی ہے کیونکہ اجتماعی زندگی کی بقاء کا اہم راز اتحاد میں ہی پوشیدہ ہے مثالی معاشرے کی ایک اہم خصوصیت لوگوں کا آپسی اتحاد اور بھائی چارہ ہے شاید پوری کائنات میں امام علی (ع) سے بڑھکر کوئی ایسا شخص ہی نہیں ملے گا جس نے اتحاد کے لئے انتھک جدوجہد اور عظیم قربانیاں دی ہوں۔

(وَلَيْسَ رَجُلٌ - فَاَعْلَمَ - اَحْرَصَ عَلٰى جَمَاعَةِ اُمَّةٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالْفَتْهَى مِثِّي...) ”امت کی شیرازہ بندی

اور اس کے اتحاد کے لئے مجھ سے زیادہ خواہش مند کوئی نہیں ہے“

چنانچہ امام ایک آئیڈنل سوسائٹی کی تلاش میں ہیں اس لئے کسی بھی طرح کی قربانی دینے سے اترتے نہیں ہیں اہل کوفہ کو سرزنش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدا نے اس امت اسلامی پہ اتحاد اور بھائی چارہ کے ذریعہ سے احسان کیا اور انکے درمیان الفت قائم کی۔ جیسا کہ بیان کیا گیا امام علی (ع) کے مثالی معاشرے میں پیغمبر اکرم (ص) کی خاصی جگہ اور مقام و منزلت ہے اور آپ کے وجود

مبارک کے بغیر امام علی (ع) کے مثالی معاشرے کا تصور کرنا محال ہے امام آپ کے وجودنازین کو مثالی معاشرے کے اتحاد اور انسجام میں کافی اثر گزار جانتے ہیں۔

(فَانظُرُوا إِلَى مَوَاقِعِ نِعْمِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَيْهِمْ حِينَ بَعَثَ إِلَيْهِمْ رَسُولًا، فَعَقَدَ بِمِلَّتِهِ طَاعَتَهُمْ، وَجَمَعَ عَلَى دَعْوَتِهِ الْفِتَاهُ) ”دیکھو! کہ اللہ نے ان پر کتنے احسانات کئے ہیں کہ ان میں اپنا رسول بھیجا کہ جس نے اپنی اطاعت کا انہیں پابند بنایا اور انہیں ایک مرکز وحدت پر جمع کر دیا“

نیز فرماتے ہیں:

(فَصَدَعَ بِمَا أُمِرَ بِهِ، وَبَلَغَ رِسَالَةَ رَبِّهِ، فَلَمَّ اللَّهُ بِهِ الصَّدْعَ، وَرَتَّقَ بِهِ الْفُتُقَ، وَأَلْفَ بِهِ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ، بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِي الصُّدُورِ، وَالضَّغَائِنِ الْقَادِحَةِ فِي الْقُلُوبِ) ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوامر الہیہ کو واضح انداز سے پیش کر دیا اور اس کے پیغامات کو پہنچا دیا۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ انتشار کو مجتمع کیا۔ شگاف کو بھر دیا اور قرابتداروں کے افتراق کو انس میں تبدیل کر دیا حالانکہ ان کے درمیان سخت قسم کی عداوت اور دلونمیں بھڑک اٹھنے والے کینے موجود تھے“

مولائے کائنات (ع) کی نظر میں پیغمبر اکرم (ص) توحید کے بنی پر انسانیت کے نام وحدت کلمہ کا پیغام لیکر آئے تھے جسکے ذریعہ سے مثالی معاشرہ تشکیل دے کے انہیں سر بلند اور سرفراز کیا۔

(جَعَلَهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ بَلَاغًا لِرِسَالَتِهِ، وَكَرَامَةً لَأُمَّتِهِ، وَرَبِيعًا لِأَهْلِ زَمَانِهِ وَرِفْعَةً لِأَعْوَانِهِ، وَشَرَفًا لِأَنْصَارِهِ) ”خدا نے اسے اپنی رسالت کا پیغام بنانے کے بھیجا اور اپنی امت کے واسطے کرامت، اپنے ہمعصر کے لئے شادی بخش اور اپنے دوستوں اور مددگاروں کے واسطے بہت ہی مہربان اور شریف بنا کے بھیجا“

اسی لئے مثالی معاشرے میں آپسی اتحاد اور بھائی چارے کی انتہائی اہمیت ہے امام بار بار گذشتہ قوموں کی وحدت، تفرقہ اور اس سے برآمد نتائج اور آثار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وحدت اور انسجام پر کافی تاکید کرتے ہیں آپ کی نظر میں دوسرے معاشروں پر مثالی معاشرے کی سبقت اور برتری کا اہم راز اسی وحدت میں پوشیدہ ہے۔

”گذشتہ قوموں کو دیکھو جب وہ ایک دوسرے سے متحد تھے ان کے دل اور نظریات یکساں تھے ایک دوسرے کے یا اور مددگار تھے شمشیریں ایک دوسرے کی مدد کے لئے اٹھاتے تھے انکے عزم و ارادے ایک تھے، کیا وہ زمین کے مالک نہیں تھے اور دنیا پر حاکم نہیں تھے؟“

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت  
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

پس مکتب امام علی (ع) میں پروان چڑھنے والے مثالی معاشرے کی یہ کچھ اہم اور بنیادی سیاسی، اجتماعی اور ثقافتی خصوصیات تھیں جنہیں اجمالی طور بیان بیان کیا گیا مقالہ کی محدودیت کو نظر میں رکھتے ہوئے دوسری خصوصیات سے صرف نظر کرتے ہیں اور مقالہ کے اس آخری حصہ میں مثالی معاشرے کے اغراض و مقاصد پر بھی ایک اجمالی نظر ڈالے۔

## مثالی معاشرے کے اغراض و مقاصد:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر چیز کا ایک ہدف اور مقصد ہوتا ہے اور ہر چیز کے ہدف اور مقصد کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ اس کی ضرورت یا پھر اسکے مقابل یا اضداد کے نقصان سے لگایا جاسکتا ہے اس بات سے بھی انکار کی قطعی گنجائش نہیں کہ مثالی معاشرے کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد مثالی حکومت کی تشکیل ہے قیام حکومت کی ضرورت کے بغیر ایک مثالی یا عمومی معاشرہ کی بقاء اور استحکام ناممکن ہے (لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ) ”لوگوں کے لئے ایک حاکم اور قائد کا ہونا ضروری ہے چاہے وہ نیک ہو یا برا“ لیکن اگر اسے دوسرے اہداف اور مقاصد کے ساتھ تقابلی جائزے کی نگاہ سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ بھی ایک وسیلہ اور ذریعہ ہی ہے جو ہمیں ان اصلی اہداف کی جانب حرکت کرنے میں مددگار اور معاون ثابت ہوگا جن کے حصول کے لئے مثالی معاشرے کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

امام علی (ع) ابن عباس سے فرماتے ہیں اگر اس حکومت کے ذریعے سے حق کو زندہ کرنا اور باطل کو دور کرنا مطلوب نہ ہوتا تو ایک پھٹا پرانا جوتا میرے لئے اس سے زیادہ قیمتی تھا۔

(وَاللّٰهُ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ إِمْرَتِكُمْ، إِلَّا أَنْ أُقِيمَ حَقًّا، أَوْ أَدْفَعُ بَاطِلًا) ”اگر میرے پیش نظر حق کا قیام اور باطل کا مٹانا ہو تو تم لوگوں پر حکومت کرنے سے یہ جوتا مجھے کہیں زیادہ عزیز ہے۔“

جی ہاں مثالی معاشرے کی تشکیل کے واسطے ایک صالح اسلامی حکومت اور قیادت کے بھی کچھ اہم ابتدائی اغراض اور مقاصد ہیں جو در واقع مثالی معاشرے کے اصلی مقصد اور ہدف کا پیش خیمہ بنتے ہیں، مکتب نبج البلاغہ کی روشنی میں ان ابتدائی اہداف اور پھر مثالی معاشرے کے اصلی اور واقعی ہدف اور مقصد کی جانب اشارہ کریں گے۔

## عدالت

امام علی (ع) کے مثالی معاشرے کا سب سے بنیادی مقصد اور ہدف یہ ہے کہ معاشرے کے تمام امور میں انسان کی فطرت کے مطابق عدالت الہی اجرا ہو جائے، انبیاء کرام (ع) کی بعثت کا ایک اہم مقصد بھی عدالت الہی اور اقامہ قسط ہے۔ (لیقوم الناس بالقسط۔۔۔ (حدید ۲۵) امام علی (ع) سورہ نحل کی آیہ شریفہ (۹۰) کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ حقیقت عدالت سے مراد وہی انصاف ہے۔ ”آیہ کہیمہ ﴿ إِنَّ اللَّهَ بِالْعَدْلِ ﴾ میں عدل، انصاف ہے اور احسان فضل و کرم“

اور دوسری جگہ اس کے دائرے کو وسعت بخشتے ہوئے سخاوت کے ساتھ اس کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس سے مراد صاحبان حق کو حق دلانا مقصود ہے یعنی عدالت حق کی رعایت کرنے کا نام ہے۔

(العدل يوضع الامور مواضعها والوجود يخرجها عن جھتها والعدل سائس عام والوجود عارض خاص فالعدل اشرفھما و افضلھما) ”عدل امور کو اپنی جگہ پر برقرار رکھتا ہے لیکن سخاوت امور کو انکی حدود سے خارج کر دیتی ہے۔ عدل ایک عام سیاست گر ہے لیکن سخاوت کا اثر محدود ہے اسی لئے عدل جو دو سخا کے مقابلے میں بہتر ہے“

امام علی (ع) کی نظر میں عدالت ذاتی طور سے ایک نیک اور اچھا کام ہے لہذا بغیر کسی دستور الہی کے بھی انسان کو عدالت اجرا کرنی چاہیے۔

(وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيمَا نَحَى اللَّهُ عَنْهُ مِنَ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ عِقَابٌ يُخَافُ لَكَانَ فِي ثَوَابِ اجْتِنَابِهِ مَا لَا عُذْرَ فِي تَرْكِ طَلْبِهِ فَأَنْصِفُوا النَّاسَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ) ”اگر پروردگار نے بغاوت اور ظلم سے روکنے کے بعد اس پر عذاب بھی نہیں رکھا ہوتا تو اس سے پرہیز کرنے کا ثواب ہی اتنا زیادہ تھا کہ اس کے ترک کرنے میں کوئی شخص معذور نہیں ہو سکتا تھا لہذا لوگوں کے ساتھ انصاف کرو“

آپ نے عدالت کی مختلف تعبیریں بیان فرمائی ہیں کبھی دستورات الہی کی حیات کے محور کو عدالت ہی قرار دیا ہے اور کبھی معاشرے میں رائج اسلامی حکومت کا نظام نیز اس پر حاکم سیاست کا معیار بھی عدالت ہی جانا ہے۔ اسی لئے حکومت کا سب سے بنیادی کام اپنے تمام امور میں عدالت اور انصاف سے کام لینا جانتے ہیں اسی زاویے سے والی مصر مالک اشتر کو تحریر فرماتے ہیں کہ دیکھو تمہارا مقصد صرف عدالت اجرا کرنا ہو!

(وَلْيَكُنْ أَحَبَّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَوْسَطُهَا فِي الْحَقِّ، وَأَعْمَمُهَا فِي الْعَدْلِ، وَأَجْمَعُهَا لِرِضَى الرَّعِيَّةِ) ”تمہاری نظر میں سب سے پسندیدہ کام وہ ہونا چاہئے جو حق کے مطابق ہو جس میں عدل عمومی ہو اور زیادہ زیادہ سے رعایا کی خوشنودی کا باعث ہو!“

دوسری جگہ ملکی سطح پر عدالت اجرا کرنے کو حکام کی آنکھوں کی ٹھنڈک سے تعبیر کرتے ہیں:

(وَإِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةِ عَيْنِ الْوَلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ، وَظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ) ”بے شک حکام اور والیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ملکی سطح پر عدالت کا قائم کرنا اور رعایا کے دلوں کو اپنی طرف جذب کرنا ہے“

حکمین کی خیانت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم نے انہیں اپنی باطل راہی واپس لینے سے پہلے عدل و انصاف کا حکم کرنے کے لئے کہا۔ آپ کے مثالی معاشرے میں عدالت اجرا کرنے میں دوست اور دشمن کا امتیاز نہیں کیا جاتا ہے چنانچہ یہ انسان کی ذات اور فطرت کے ساتھ عجین ہے لہذا دوست اور دشمن دونوں کے ساتھ عدالت سے پیش آنا چاہیے۔

(عليك بالعدل في الصديق و العدو) ”دوست و دشمن کے ساتھ عدالت سے پیش آو“

آپ اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر عدالت اجرا ہو جائے تو سارے لوگ بے نیاز ہو جائیں گے اسی وجہ سے مملکت اسلامی کی بھاگ دوڑ ہاتھ میں لیتے ہی آپ کے حلقہ مبارک سے نکلنے والی عدالت انسانی کی صدائیں اسلامی مثالی معاشرے کی فضاؤں میں گونجنے لگی۔

(لوعدل فی الناس لاستغنوا) ”اگر لوگوں کے درمیان عدالت اجرا ہوتی تو سارے لوگ ایک دوسرے سے بے نیاز ہو جاتے“

یہی عدالت جو مثالی معاشرے کے ابتدائی مقاصد میں شمار ہوتی ہے خود بخود اسلامی معاشرے کے دوسرے امور اور مقاصد تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے اسی عدالت کی وجہ سے ہر قسم کی تبعیض ختم ہو کے معاشرے میں فلاح اور بہبودی وجود میں آتی ہے ہر طرح کی غربت، بربریت اور ظلم و ناانصافی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (بالعدل تصلح الرعیة) ”عدالت اجرا کرنے سے رعایا میں اصلاح ہو جاتی ہے“

پس ان فرمایشات کی روشنی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی مثالی معاشرے کا ایک اہم مقصد عدالت انسانی کو احسن طریقہ سے اجرا کرنا ہے۔

### انیت۔

انیت نہ فقط عالم انسانیت کا ایک اہم مقصد ہے بلکہ عالم حیوانات میں بھی یہ چیز ہر جانور، پرندے اور حشرات کے لئے اہمیت کی حامل ہے۔ عصر حاضر کے سب سے اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ انیت ہی ہے کتنے ہی مغربی اور مشرقی نظام اور معاشرے وجود میں آئے تاکہ انسان کی زندگی میں چین و سکون اور انیت برقرار کر سکیں لیکن یہ سب کے سب اس امر میں ناکام ہوئے ہیں مثالی معاشرے کا ایک لازمی اور ناقابل تفکیک نتیجہ اور مقصد انیت ہے امام علی (ع) کے اس خوبصورت مثالی معاشرے میں زندگی بسر کرنے والے کسی بھی ذات، پات کسی بھی دین و مذہب سے تعلق رکھنے والے کیوں نہ ہو وہ اپنی زندگی کے تمام جوانب میں امن و انیت کی لذت کو درک کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک سب سے برا معاشرہ وہ ہے جو ناامنی کا شکار ہو۔

(شربلا بلد لا امن فیہ و لا خصب) ”سب سے برا شہر اور معاشرہ وہ ہے جس میں امن نہ ہو مہنگائی سے خالی نہ ہو“

اسی طرح فرماتے ہیں: (شربلا وطن مالم یامن فیہ القطان) ”سب سے برا وطن وہ ہے جس میں رہنے والے افراد ناامنی کے

شکار ہوں“

ان احادیث کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اگرنا امن شہر، معاشرہ اور وطن سب سے بری جگہ ہیں تو اسکے عوض میں امن کی نعمت سے بھرا ہوا شہر، معاشرہ اور وطن سب سے بہترین جگہ ہونی چاہیے لہذا اس بنا پر انیت مثالی معاشرے کے اہم اہداف کا حصہ ہونا چاہیے۔

قرآن کریم میں بھی رب العزت مثالی معاشرے کے اس اہم مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

﴿وَلِيَبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ حَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ (سورہ نور، ۵۵) ”اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کر دے گا“

امیر المومنین (ع) بھی حکومت اسلامی کی ایک اہم وجہ معاشرے کی انیت ہی بتلاتے ہیں۔

(فَيَأْتِي مَنْ الْمَظْلُومُونَ مِنْ عِبَادِكَ)، ”تاکہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو امن و امان حاصل ہو جائے“

اسی طرح مالک اشتر کے نام لکھے سیاسی پیغام میں جنگ و جدال سے کسی بھی طرح پرہیز کرتے ہوئے انیت کی جانب توجہ کرنے پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (وَلَا تَدْفَعَنَّ صَلْحًا دَعَاكَ إِلَيْهِ عَدُوُّكَ اللَّهُ فِيهِ رِضَىٰ، فَإِنَّ فِي الصُّلْحِ دَعَاً لِّجُنُودِكَ، وَرَاحَةً مِّنْ هُمُومِكَ وَأَمْنًا لِّبِلَادِكَ) ”اور خبردار کسی ایسی دعوت صلح کا انکار نہ کرنا جس کی تحریک دشمن کی طرف سے ہو اور جس میں مالک کی رضامندی پائی جاتی ہو کہ صلح کے ذریعہ فوجوں کو قدرے سکون مل جاتا ہے اور تمہارے نفس کو بھی افکار سے نجات مل جائے گی اور شہروں میں بھی امن و امان کی فضا قائم ہو جائے گی“

اسی طرح سے شریعت اسلامی کے نفاذ کا ایک مقصد انیت اور سلامتی بتلاتے ہیں۔

(الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي شَرَعَ الْإِسْلَامَ فَسَهَّلَ شَرَائِعَهُ لِمَنْ وَرَدَهُ، وَأَعَزَّ أَرْكَانَهُ عَلَىٰ مَنْ غَالَبَهُ، فَجَعَلَهُ أَمْنًا لِمَنْ عَقَلَهُ،

وَسَلْمًا لِمَنْ دَخَلَهُ) ”تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے کہ جس نے شریعت اسلام کو جاری کیا اور اس (کے سرچشمہ) ہدایت پر اترنے والوں کے لیے اس کے قوانین کو آسان کیا، اور اس کے ارکان کو حریف کے مقابلے میں غلبہ و سرفرازی دی چنانچہ جو اس سے وابستہ ہو اس کے لیے امن جو اس میں داخل ہو اس کے لیے صلح و آشتی“

اور اسی طرح مثالی معاشرے پر حاکم وحدت اور انسجام سے پیدا ہونے والی انیت کی جانب خطبہ نمبر (۱۹۱) میں یوں اشارہ

فرماتے ہیں: ”انکی ذلت کو عزت بخشی اور انکے خوف کو انیت میں بدل دیا“

پس اگر مثالی معاشرے کی خصوصیات کی جانب توجہ کی جائے تو خود بخود یہ ہمیں اسکے اہم اور بنیادی مقصد انیت کی جانب لے

جاتی ہیں جی ہاں امام علی (ع) کے مثالی معاشرے کا ایک اور ابتدائی ہدف اور مقصد انیت ہے کیونکہ ہر طرح کے خوف و ہراس

سے عاری معاشرہ ہی ایک مطلوب اور مثالی معاشرہ ہو سکتا ہے۔

## تربیت:

تربیت ایک وسیع اور عام موضوع ہے یہاں پہ صرف اشارہ کے طور پر امام کے بعض اقوال کی روشنی میں اسے بیان کرنا چاہتا ہوں آپ کے خوبصورت مثالی معاشرے اور سماج کا تیسرا اہم مقصد انسان اور معاشرے کی تربیت ہے۔ تربیت یعنی کمال مطلق تک پہنچنے کے لئے انسان کی صلاحیتوں کو شکوفا کرنے کی غرض سے موجودہ موانع کو دور کر کے ضروری وسائل فراہم کرنا۔

آپ انبیاء کی فلسفہ بعثت کی وجہ بھی انسان کے اندر موجود پوشیدہ صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ہی بیان فرماتے ہیں: ”اللہ نے ان میں اپنے رسول مبعوث کئے اور لگاتار انبیاء بھیجے تاکہ ان سے فطرت کے عہد و پیمان پورے کرائیں۔۔۔ عقل کے دفتینوں کو ابھاریں اور انہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں“

نیز فرماتے ہیں: (وَبَعَثَ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ رُسُلَهُ، لِيَكْشِفُوا لَهُمْ عَنْ غَطَائِهَا) ”اس نے جن و انس کی طرف اپنے رسول بھیجے ہیں تاکہ وہ نگاہوں سے پردہ اٹھادیں اور نقصانات سے آگاہ کردیں“

امام علی (ع) کی نظر میں مثالی دینی حکومت کے حاکم اور قائد کی سب سے اہم ذمہ داری عوام اور معاشرے کی تربیت کرنا ہے۔ (أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ لِي عَلَيْكُمْ حَقًّا، وَلَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ: فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ: فَالْنَّصِيحَةُ لَكُمْ، وَتَوْفِيرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْنَا، وَتَعْلِيمُكُمْ كَيْلًا بَجَهْلُوا، وَتَأْدِيبُكُمْ كَيْمًا تَعْلَمُوا) ”اے لوگو! ایک تو میرا تم پر حق ہے، اور ایک تمہارا مجھ پر حق ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی پیش نظر رکھوں اور بیت المال سے تمہیں پورا پورا حصہ دوں اور تمہیں تعلیم دوں تاکہ تم جاہل نہ رہو اور اس طرح تمہیں تہذیب سکھاؤں، جس پر تم عمل کرو“

ان فرمایشات کی تائید میں یہ تذکرہ ضروری ہے کہ قرآن بھی انبیاء کرام کا اہم مقصد تعلیم اور تربیت ہی بتلاتا ہے (سورہ جمعہ، آیہ ۲ و آل عمران ۱۶۳)

امام تربیت کے اس دائرے کو صرف رعایا اور عوام کی تربیت تک محدود نہیں کرتے بلکہ سب سے پہلے خود قائد اور رہبر کو اپنی ذات کی تربیت کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

(مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلنَّاسِ إِمَامًا فَلْيَبْدَأْ بِتَعْلِيمِ نَفْسِهِ قَبْلَ تَعْلِيمِ غَيْرِهِ وَ لِيَكُنْ تَأْدِيبُهُ بِسِيرَتِهِ قَبْلَ تَأْدِيبِهِ بِلِسَانِهِ وَ مُعَلِّمٌ نَفْسِهِ وَ مُؤَدِّبٌ أَحَقُّ بِالْإِجْلَالِ مِنْ مُعَلِّمِ النَّاسِ وَ مُؤَدِّبِهِمْ) ”جو شخص اپنے کو قائد ملت بنا کر پیش کرے اس کا فرض ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے نفس کو تعلیم دے اور زبان سے تبلیغ کرنے سے پہلے اپنے عمل سے تبلیغ کرے اور یہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو تعلیم و تربیت دینے والا دوسروں کو تعلیم و تربیت دینے والے سے زیادہ قابل احترام ہوتا ہے“

پس اس بنا پر پہلے مرحلہ میں قائد خود کو تہذیب نفس اور تربیت کے زیور سے آراستہ کرے اور پھر مثالی معاشرے کے افراد اور رعایا کے تہذیب و تربیت پر کمر کسے کیونکہ سعادت اور خوشبختی عوام اور رعایا کی اصلاح اور تہذیب میں ہی پوشیدہ ہے۔



(من کمال السعادة السعی فی صلاح الجمهور) ”سعادۃ کی انتہا یہ ہے کہ جمہوریت کی اصلاح کے لئے سعی و تلاش کی جائے“

پس تربیت عوام اور معاشرہ امام کے مثالی معاشرے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اس معاشرے کی تشکیل کا اہم مقصد تربیت انسان ہے یہ تربیت عدالت اور انیت کے سائے میں ہی حاصل ہو سکتی ہے گویا یہ اہداف ایک دوسرے پر مرتب ہیں لیکن اسکے باوجود بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ مثالی معاشرے کی تشکیل کے ان اہداف اور مقاصد کے حصول کے کیا بعد کیا کرنا ہے؟ کیا واقعی معنوں میں ان مقاصد کے حصول سے امام علی (ع) اس مقصد تک پہنچ رہے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا کوئی اور مقصد بھی درکار ہے؟

### مقصد اصلی:

جی ہاں ان سارے سوالوں کا جواب یہی ہے کہ ابھی وہ مطلوبہ مقصد حاصل ہونا باقی ہے جس کے لئے مثالی معاشرے کو وجود میں لایا گیا لہذا جو چیز امام علی (ع) کے مثالی معاشرے کو دوسرے معاشروں سے جدا اور ممتاز بنا دیتی ہے وہ اس معاشرے میں پرورش پانے والے انسان کے متعلق آپکی جہان بینی اور آئیڈیالوجی ہے آپ کی نظر میں آگاہ طور سے اقدار انسانی کی ارتقاء کی انتہا ان فطری صلاحیتوں کے احیاء پر موقوف ہے جو انبیاء کی بعثت کا اصلی مقصد تھا۔ (لیستادو ہم یشاق فطرتہ) (خطبہ ۱) یہ شکوفائی حقیقت میں انسان کے درمیان حائل اس دیوار کو گرا دیتی ہے جو اسے حقیقت ابدی تک پہنچنے سے باز رکھتی ہے اور اسے مقصد نہالی سے دور کر دیتی ہے لہذا اس بنا پر امام علی (ع) کے فرمایشات کے نتیجے میں مثالی معاشرے کے مذکورہ تین اہم مقصد (عدالت، انیت اور تربیت) اس میں پرورش پانے والے مثالی انسان کا واقعی مقصد نہیں ہو سکتے بلکہ واقعی مقصد تک پہنچنے کے لئے ہمیں آنحضرت (ع) کی دوسری فرمایشات کا سہارا لینا ہوگا اس کے ساتھ ساتھ قرآن پاک سے بھی اس بارے میں مدد لے سکتے ہیں کہ جس میں ارشاد ہو رہا ہے کہ خلقت کا بنیادی مقصد عبودیت اور معرفت الہی ہے جو فقط بندگی سے حاصل ہوتی ہے۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (سورہ ذاریات ۵۶) ”میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت اور معرفت کے لئے پیدا کیا“

اسی لئے اس پورے عالم کو ایک سعادت مند اور بے مثال معاشرہ بنانے اور انسان کو اپنے عبودیت کے مقام و منزلت سے آشنا کرنے کے لئے انبیاء کرام (ع) بھی ارسال کئے گئے۔ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾ (سورہ انبیاء ۲۵) ”اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ اسکی طرف سے یہی وحی کرتے رہے کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے لہذا سب لوگ میری ہی عبادت کرو“

یا دوسری آیہ شریفہ میں ہر معاشرے میں ایک پیغمبر اور رسول کے بھیجنے کا فلسفہ صرف خدا کی بندگی اور طاغوت سے اجتناب کہا گیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (نحل ۳۶) ”اور بیشک ہم نے ہر امت کے لئے ایک رسول بھیجا تاکہ خدا کی عبادت کریں اور طاغوت سے دوری اختیار کریں“

نبیج البلاغہ بھی بعثت پیغمبر (ص) کا سب سے اہم فلسفہ اور حکمت لوگوں کی بندگی اور عبودیت ہی بتلاتا ہے۔  
فَبَعَثَ اللَّهُ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهُ مِنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ اِلَىٰ عِبَادَتِهِ، وَمِنْ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ اِلَىٰ طَاعَتِهِ، بِقُرْآنٍ قَدْ بَيَّنَّهُ وَاَحْكَمَهُ، لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ اِذْ جَاهِلُوهُ) ”پروردگار عالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ آپ لوگوں کو بت پرستی سے نکال کر عبادت الہی کی منزل کی طرف لے آئیں اور شیطان کی اطاعت سے نکال کر رحمان کی اطاعت کرائیں اس قرآن کے ذریعہ سے جسے واضح اور محکم قرار دیا ہے تاکہ بندے خدا کو نہیں پہچانتے ہیں تو پہچان لیں“

پس عبادت اور بندگی سب سے اہم ترین ہدف خلقت ہے اسی لئے امام علی (ع) پوری سعی و تلاش کر رہے ہیں کہ انسان اپنے اصلی مقام اور منزلت (عبودیت) تک پہنچ سکے معرفت کے حوالے سے ”معرفة الله اعلى المعارفيا اول الدين معرفته“ ہی مقصد حیات ہے اسی لئے عبودیت کے حوالے سے ہمیشہ اپنے آپ کو عبد کہنا زیادہ پسند کرتے تھے اپنے حکومتی دستورات میں ہمیشہ یہی لکھتے تھے۔ ”من عبد الله على اميرالمومنين الى۔۔۔“ اسی طرح شہر میں تعینات مختلف والیوں کے نام لکھے خطوط نیز عوام الناس کو موعظہ کرتے وقت اکثر ”یا عباد الله یا عبد الله“ کا لفظ ہی استعمال میں لاتے تھے۔

پس مثالی معاشرے کا یہی وہ حقیقی اور اصلی مقصد ہے جس کے لئے پوری کائنات کو معرض وجود میں لایا گیا اور مولائے کائنات ہر حال میں ایسے معاشرے کی تشکیل کے لئے انتھک کوشش کی آج بھی اگر انسان باب علم پہ دستک دے کہ اپنے معاشرے کو مثالی بنانا چاہتا ہے تو اپنے آپ کو ہر طرح کی ہوا و ہوس اور سامراجی ہتھکنڈوں سے آزاد کر دے اگر اقدار انسانیت کی بقاء کی تمنا کرتا ہے تو اسے نبیج البلاغہ کے نور ہدایت میں اپنے تاریک وجود کو روشن کرنا ہوگا۔

## نتیجہ:

اس مضمون میں ہم نے امام علی (ع) کی فرمائشات کی روشنی میں تشکیل پائے جانے والے ایک ایسے منفرد اور انمول مثالی معاشرے کی کسی حد تک وضاحت کی جسے آپ نے چودہ سو برس پہلے انسانیت کے نام ہدیہ کیا سب سے پہلے آپ کے مثالی معاشرے کے بنیادی ارکان پہ اجمالی بحث کی اور اسی نتیجہ پہ پہنچے کہ توحید، سیرت نبوی، کتاب الہی اور زندگی کی صحیح آئیڈیالوجی ہی اسکے بنیادی ارکان ہیں اور اسکے بعد اہم خصوصیات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس معاشرے پر حاکم صفات اور خصوصیات بھی بیان کئے اور آخر میں کچھ اہم عارضی مقاصد کی جانب بھی اشارہ کیا اور اسی نتیجہ پر پہنچے کہ قرآن اور نہج البلاغہ کی روشنی میں امام علی (ع) کے مثالی معاشرے یا آئیڈیل سوسائٹی کا اہم مقصد خدا کی معرفت اور بندگی ہے مثالی معاشرے کی ساری کوشش یہی ہے کہ انسان کو اپنے حقیقی مقام اور مرتبہ سے آشنا کرایا جائے اور یہ حقیقی مقام وہی مقام بندگی ہے جس کے لئے کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔ خدایا ہمیں بھی اپنے حقیقی بندوں میں شمار کمر اور مولا امیر المومنین (ع) کی دیرینہ تمنا، مثالی معاشرے کو تشکیل دینے میں ہماری مدد فرما!

آمین یا رب العالمین۔

## منابع و مأخذ

- (قرآن مجید) انوار القرآن؛ ترجمہ، سید ذیشان حیدر جوادی، قم؛ انصاریان ۲۰۰۷ء۔
- الرضی، سید شریف، نبج البلاغہ، ترجمہ؛ محمد دشتی؛ موسسه انتشارات مشہور ۱۳۸۰۔
- الرضی، سید شریف، نبج البلاغہ، ترجمہ و تشریح اردو؛ علامہ سید ذیشان حیدر جوادی، قم؛ انصاریان ۲۰۰۶ء۔
- الرضی، سید شریف، نبج البلاغہ، ترجمہ اردو؛ علامہ مفتی جعفر حسین، me h d i m i s s i o n . c o m۔
- بحرانی، میثم ابن علی ابن میثم؛ شرح نبج البلاغہ ج ۵،
- معزلی، عزالدین عبد الحمید؛ شرح ابن الحدید، ج ۳، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، دارالکتب العربی، قاہرہ، ۱۹۶۴م۔
- شرح غرر الحکم و درر الکلم، خوانساری، جمال الدین، ج ۶، ۲، با مقدمہ و تصحیح سید جلال الدین حسینی، انتشارات دانشگاه تہران، ۱۳۶۰۔
- الآدی التیمی، عبدالواحد ابن محمد؛ غرر الحکم و درر الکلم، دارالکتب اسلامی، ۲۰۰۲ء۔
- رشاد، علی اکبر؛ دانشنامہ امام علی، ج ۶، انتشارات پژوهشگاہ فرهنگ و اندیشہ اسلامی، تہران ۱۳۸۰ش۔
- علیزادہ، سلیمان یوسف؛ جامعہ مطلوب در نبج البلاغہ؛ قم؛ دانشکدہ علوم حدیث، ۱۳۸۴۔
- تہرانی، مصطفی دلشاد، دولت آفتاب، تہران، انتشارات دریا، ۱۳۸۰ش۔
- تہرانی، مصطفی دلشاد؛ ماہ مہرپرور، (ترتیب در نبج البلاغہ)، وزارت ارشاد و فرهنگ اسلامی، تہران ۱۳۷۹ش۔
- اقبال، محمد؛ کلیات اقبال (فارسی)، با اہتمام پروین قائمی، تہران، پیمان، ۱۳۸۲۔
- اقبال، محمد؛ رموز بنجودی، کویہ نور پریس، دہلی نو ۱۹۹۷ء۔
- دشتی، محمد؛ الگوہای رفتاری، ج ۱۱ (امام علی و نظارت مردمی)، موسسہ فرهنگی تحقیقاتی امیرالمومنین، قم ۱۳۸۱ش۔
- حرانی، ابو محمد الحسن بن علی؛ تحف العقول عن آل الرسول، طبعہ، مکتب بصیرتی، قم، ۱۳۹۴ق۔
- الکافی، کلینی، محمد بن یعقوب، تحقیق علی اکبر غفاری، دار صعب و دار التعارف، بیروت، ۱۴۰۱ق۔
- مطہری، مرتضی؛ گفتارہای معنوی، انتشارات صدا،
- مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۸، چاپ سوم، دار اجیاء التراث العربی، بیروت، سال ۱۴۰۳ھ۔ ق۔
- الگوہای رفتاری، ج ۱۱ (امام علی و نظارت مردمی)، محمد دشتی، ص ۲۳۷، موسسہ فرهنگی تحقیقاتی امیرالمومنین ۱۳۸۱ش۔
- نبج البلاغہ، خطبہ ۱۴۷، ترجمہ محمد دشتی، ص ۲۴۱؛ موسسہ انتشارات مشہور ۱۳۸۰۔

- شرح ابن میثم بحرانی ج ۵، ص ۲۲۱۔
- نهج البلاغه، مکتوب ۵۳، ترجمہ و تشریح اردو؛ علامہ سید ذیشان حیدر جوادی، قم؛ انصاریان ۲۰۰۶ء، ص ۵۸۱۔
- شرح اصول کافی، مازندرانی، ج ۳، ص ۸۳۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۱۸۳، ترجمہ؛ علامہ جوادی، ص ۳۵۳۔
- کلیات اقبال (فارسی)، محمد اقبال لاہوری، با اہتمام پروین قائمی، ص ۷۸۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۱۴۷، ترجمہ؛ علامہ جوادی، ص ۲۷۱۔
- سابق، خطبہ ۱۸، ص ۵۹۔
- سابق، مکتوب ۵۸، ص ۶۰۱۔
- ضرب کلیم، ص ۲۳۲۔
- سابق، خطبہ ۱۵۶ و ۱۷۶،
- نهج البلاغه، خطبہ ۱۵۸، ترجمہ؛ علامہ جوادی، ص ۲۹۵۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۹۲، ترجمہ اردو؛ علامہ مفتی جعفر حسین، [mehdi mission.com](http://mehdi mission.com)۔
- شرح ابن الحدید، ج ۳، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، دارالکتب العربی، قاہرہ، ۱۹۶۴م؛ ص ۱۴۱۔
- رموز بنیخودی، ص ۲۳۸۔
- کلیات اقبال (فارسی)، ص ۷۶۔
- رموز بنیخودی، ص ۲۱۸۔
- شرح ابن الحدید، ج ۳، ص ۱۴۱۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۱۴۹، ترجمہ علامہ جوادی، ص ۲۷۵۔
- شرح غرر الحکم، ص ۱۶۸۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۱، ترجمہ علامہ جوادی، ص ۳۳۔
- سابق خطبہ ۲۳۱، ص ۴۶۹۔
- کلیات اقبال (فارسی)، ص ۵۹ و ۶۰۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۱۵۵، ترجمہ علامہ جوادی، ص ۲۸۷۔
- سابق، حکمت ۱۳۳، ص ۶۷۹۔

- تحف العقول، ص ۳۶۱ -
- دانشنامه امام علی، ج ۶، زیر نظر علی اکبر رشاد، انتشارات پژوهشگاه فرهنگ و اندیشه اسلامی، تهران ۱۳۸۰ ش؛ ص ۱۷۵، ۱۷۴ -
- نهج البلاغه، مکتوب ۳۱، ترجمه: علامه جوادی، ص ۵۳۳ -
- شرح ابن الحکیم، ج ۱۳، ص ۱۱۰ -
- جامعه مطلوب در نهج البلاغه، سلیمان یوسف علیزاده؛ قم؛ دانشکده علوم حدیث، ۱۳۸۴، ص ۲۳۳ -
- گفتارهای معنوی، مرتضی مطهری، ص ۳۲ -
- نهج البلاغه، خط ۳۱ -
- نهج البلاغه، مکتوب ۷۰، ترجمه علامه جوادی، ص ۶۱۹ -
- سابق، خطبه ۲۰۸، ص ۴۲۷ -
- سابق، مکتوب ۵۴، ص ۵۹۷ -
- سابق، مکتوب ۱، ص ۴۸۵ -
- سابق، خطبه ۴۰، ترجمه علامه مفتی جعفر -
- سابق، کلمه قصار ۱۹۰، ترجمه: علامه جوادی، ص ۶۹۴ -
- سابق، خطبه ۱۴۶، ترجمه: علامه جوادی، ص ۲۵۱ -
- سابق، خطبه ۱۱۹، ترجمه: علامه جوادی، ص ۲۳۵ -
- سابق، خطبه ۲۱۶، ترجمه: علامه جوادی، ص ۳۳۹ -
- بحار الانوار، ج ۸، ص ۴۷۲ -
- سابق، خطبه ۱۳۱، ترجمه: علامه جعفر حسین -
- سابق، خطبه ۲۰۵ -
- نهج البلاغه، مکتوب ۵۳، ترجمه علامه جوادی، ص ۵۷۲ -
- سابق، مکتوب ۵۳، ص ۵۹۶ -
- سابق، مکتوب ۵۹، ص ۶۰۳ -
- سابق، کلمه قصار، ۱۱۰، ص ۶۶۹ -
- سابق، خطبه ۱۹۳، ص ۳۰۳ -

- نہج البلاغہ، خطبہ ۸۷، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- نہج البلاغہ، خطبہ ۲۱۶، ترجمہ علامہ جوادی، ص ۴۳۸۔
- سابق، خطبہ ۲۱۶، ص ۳۳۱۔
- سابق، خطبہ ۲۶، ص ۶۹۔
- سابق، خطبہ ۱، ص ۳۳۔
- نہج البلاغہ خطبہ ۱، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- سابق، خطبہ ۱۸۰۔
- سابق، خطبہ ۲۰۶۔
- دلشاد تھرانی، دولت آفتاب، ص ۴۰۷، تھران، دریا، ۱۳۸۰ ش۔
- نہج البلاغہ، حکمت، ۱۴۷، ترجمہ علامہ جوادی، ص ۶۸۳۔
- الآدی التیمی، عبدالواحد، ش ۶۱۴۸، ص ۲۲۵۔
- سابق، ش ۵۲۶۷، ص ۱۹۶۔
- سابق، ش ۶۱۴۸، ص ۲۲۵۔
- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۵، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- الکانی، کلینی، محمد بن یعقوب، ج ۵، ص ۸۶۔ تحقیق علی اکبر غفاری، بیروت، دار صعب ودار التعارف، ۱۴۰۱ ق۔
- الآدی التیمی، ج ۲، ص ۱۵۔
- سابق، ج ۵، ص ۲۰۶۔
- نہج البلاغہ، مکتوب ۷۸، ترجمہ محمد دشتی؛ ص ۶۱۹۔
- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- نہج البلاغہ، خطبہ ۲۳۱، ترجمہ، علامہ جوادی؛ ص ۴۶۹۔
- نہج البلاغہ، خطبہ ۸۹ اور ۱۹۲، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- کلیات اقبال
- نہج البلاغہ، خطبہ ۴۰؛ ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- سابق، خطبہ ۳۳۔

- سابق، حکمت ۲۳۱۔
- سابق، حکمت ۴۳۷۔
- سابق، مکتوب ۵۱۔
- الآدی، ش ۵۱۵۹، ص ۱۹۳۔ (العدل حياة الاحكام) (عدل حکومت کی حیات ہے)
- سابق، ش ۵۱۷۲، ۱۹۳۔ (العدل نظام الامر) (عدالت حکومت کا نظام ہے)
- شرح غرر الحکم ودرر الکلم، خوانساری، جمال الدین، ج ۶، ص ۱۱۶؛ با مقدمہ و تصحیح سید جلال الدین حسینی، انتشارات  
دانشگاه تهرآن، ۱۳۶۰۔ (ملاک السياسة العدل) (سیاست کا معیار عدالت ہے)
- نهج البلاغه، مکتوب ۵۳، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- سابق، مکتوب ۵۳۔
- شرح غرر الحکم ودرر الکلم، ج ۴، ص ۲۹۴۔
- الکافی، ج ۱، ص ۵۴۲۔
- شرح غرر الحکم، ج ۱، ص ۲۹۲۔
- سابق، ج ۶، ص ۴۳۵۔
- سابق، ج ۴، ص ۱۷۱۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۱۳۱، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- نهج البلاغه، مکتوب ۵۲، ترجمہ علامہ جوادی؛ ص ۵۹۳۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۱۰۶، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- مصطفی دلشاد، تهرانی؛ ماہ مہرپرور
- نهج البلاغه، خطبہ ۱، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۱۸۳، ترجمہ جوادی، ص ۳۵۱۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۳۴، ترجمہ؛ علامہ مفتی جعفر۔
- نهج البلاغه، حکمت ۷۳۔
- خوانساری، ج ۶، ص ۳۰۔
- نهج البلاغه، خطبہ ۱۴۷، ترجمہ علامہ جوادی، ص ۲۷۱۔



- غرر الحکم، ش ۸۹۹۹ -

- نهج البلاغه، خطبه ۱ -

## فہرست

۳	.....مقدمہ
۶	.....مثالی معاشرے کی ضرورت و اہمیت:
۷	.....مثالی معاشرے کے بنیادی ارکان۔
۷	.....توجید:
۹	.....قرآن:
۱۱	.....سیرت پیغمبر (ص).
۱۳	.....زندگی کی صحیح آئیڈیالوجی۔
۱۶	.....مثالی معاشرے کی اہم خصوصیات۔
۱۶	.....آزادی
۱۷	.....صالح قیادت:
۱۹	.....قانون گراہی:
۲۱	.....حق مداری:
۲۲	.....عقل گراہی:
۲۳	.....علم گراہی:
۲۳	.....عملی جدوجہد اور محنت:
۲۵	.....وحدت اور انسجام:
۲۸	.....مثالی معاشرے کے اغراض و مقاصد:
۲۸	.....عدالت
۳۰	.....انیت۔

۳۲ ..... تربیت:

۳۳ ..... مقصد اصلی:

۳۵ ..... نتیجه:

۳۶ ..... منابع و آخذ: